تنظیم کی اہمیت وافادیت

فرزندانِ ملتِ اسلامیہ کو اللہ کی رسی مضبوط پکڑنے اور متحد رہنے کی جو تلقین کی گئی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ دین اسلام جو عالمگیر اور دائمی دین ہے اس کی راہ میں ہمیشہ ایسے مسائل آتے رہیں گے جن کا حل مسلمانوں کی متحدہ طاقت ہی کے ذریعہ ہوسکتا ہے اگر مسلمانانِ عالم وطن اور قوم ونسل کی پرستاری کرنے لگیں اسلام کی بنیاد پر ان میں آہنگی اور اتحاد نہ ہو تو ان کا یہ انتشار ذلت ورسوائی کے غار میں ڈھکیل دے گا۔ **وكان امر الله حتما مقضيا**

(عبدالوہاب آروی رحمہ اللہ)

فروری - مارچ ۲۰۱۳ء / ربیع الاول - ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ

فروری - مارچ ۲۰۱۳ء / ربیع الاول - ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ

بدل اشتراک...... فی شمارہ: 15 روپے • سالانہ: 150 روپے

• ڈیزائن کمپوزنگ: رضی الرحمٰن محمدی

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو، ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی - ۷۰

Office Subai Jamiat Ahlehadees Mumbai

14-15,Chunawala Compound, Opp.BEST Bus Depot,L.B.S. Marg,Kurla(w)Mumbai-70

email:ahlehadeesmumbai@hotmail.com فون:022-26520077 فیکس:022-26520066

Printed By: Rose Art .8080429084

نگارشات

حلقۂ قرآن

کردار سے بنایئے معیارِ زندگی

● اشفاق احمد سنابلی

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ﴾ (آل عمران:۱۵۹)

ترجمہ: اللہ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر بدزبان اور سخت ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے سو آپ ان سے درگذر کریں اور ان کے لئے استغفار کریں اور کام کا مشورہ ان سے کیا کریں۔ پھر جب آپ کا پختہ ارادہ ہوجائے تو اللہ پر بھروسہ کریں بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کے صفات عالیہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر آپ بدخلق، سخت زبان اور سخت دل ہوتے اور اپنے صحابہ کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرتے تو سب آپ سے الگ ہوجاتے اور دعوت الی اللہ کا کام رک جاتا، بلاشبہ نرمی، عفو درگذر، شیریں کلامی، بہترین اخلاقی خوبیاں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''جس چیز میں نرمی ہوتی ہے وہ اسے خوبصورت بنا دیتی ہے اور جس سے یہ نکال لی جاتی ہے اسے عیب دار بنا دیتی ہے۔ (مسلم کتاب البر والصلۃ)

نرم دل انسان لوگوں کی نظروں میں محبوب ہوتا ہے، اس کے برعکس سخت دل آدمی لوگوں کی نظروں میں حقیر اور عنداللہ بھی ناپسندیدہ ہوتا ہے، انسانی زندگی میں عمدہ اخلاق وکردار کی بڑی قدر و قیمت ہے، اخلاق وکردار کے ذریعہ دوسروں کے دلوں میں اترا جاسکتا ہے۔ اخلاق دراصل عادات کے مجموعہ کا نام ہے اگر عادت اچھے ہیں تو آدمی خوش اخلاق ہے اگر عادات برے ہیں تو آدمی بداخلاق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حسن اخلاق کی بڑی فضیلت بیان کی ہے، آپ کا ارشاد گرامی ہے **"مامن شئی اثقل فی میزان المومن یوم القیامة من حسن الخلق وان الله تعالیٰ لیبغض الفاحش البذی"** (ترمذی کتاب البر والصلۃ)

ترجمہ: قیامت کے دن مومن کے پلڑے میں حسن اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی چیز نہیں ہوگی اور بے شک اللہ تعالیٰ بدزبان اور فحش گو آدمی کو پسند نہیں کرتا۔

حسن اخلاق ایمان کا حصہ ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: **"اکمل المومنین ایمانا احسنهم اخلاقا"** (سنن ابی داؤد کتاب السنه) سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے زیادہ اچھے ہوں، ایک مسلمان کے لئے ضروری

ہے کہ وہ اپنے آپ کو حسن اخلاق سے آراستہ کرے کیونکہ حسن اخلاق دخول جنت کا سبب ہے، نبی ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سے اعمال انسانوں کو جنت میں جانے کا سبب بنیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا ڈر اور حسن اخلاق اور پوچھا گیا کون سی چیزیں انسانوں کے زیادہ جہنم میں جانے کا سبب ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: منہ اور شرمگاہ۔ (سنن ترمذی ابواب البر والصلۃ)

حسن اخلاق اور اللہ کا ڈر دو ایسے اعمال ہیں جن کی بنیاد پر لوگ کثرت سے جنت میں جائیں گے، انسانی اپنی زبان سے غیبت، چغلی، گالی گلوج اور بے ہودہ گوئی کرتا ہے۔ اور شرمگاہ سے زنا کاری اور وبدکاری کا ارتکاب کرتا ہے اس لحاظ سے یہ دونوں چیزیں انسان کو جہنم میں لے جانے کا باعث ہوں گی۔

نبی ﷺ اعلیٰ اخلاق اور بلند کردار کے مالک تھے، قرآن پاک میں آپ کے بلند کردار کو ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعریف بیان کی ہے۔

﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ (القلم:۴) یقیناً آپ اخلاق کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''قیامت کے دن مومن کے میزان میں حسن خلق سے بڑھ کر کوئی چیز وزنی نہیں ہوگی اور یقیناً اللہ تعالیٰ فحش گو اور دریدہ دہن سے نفرت کرتا ہے۔ (سنن ترمذی:۲۰۰۲)

اگر حسن اخلاق کا اجر اس قدر عظیم ہے تو کس بنا پر لوگ دوسروں کے لئے تنگ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہیں، کیوں حسد وغرور میں مبتلا ہیں، کیوں دوسروں کو حقیر جانتے ہیں۔ یاد رہے کہ ہم اسی نبی ﷺ کی اتباع و پیروی کرتے ہیں جس نے دنیا والوں کے سامنے اپنے اخلاق کا وہ جوہر پیش کیا جو رہتی دنیا تک کے لئے مثال اور نمونہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہماری اخلاقی حالت تو یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں، ایک دوسرے کی غیبت، چغل خوری، الزام تراشی میں ہماری زبانیں تر نظر آتی ہیں۔ سختی اور درشت کلامی ہمارا شیوہ ہے، ہر شخص دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے، ہمارا ایسا کردار نہیں جس سے ماحول میں تبدیلی ہو، بھلا وہ ماحول میں کیا تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں جو خود مختلف برائیوں میں مبتلا ہیں، واضح ہو کہ اخلاق کی بہتری اللہ کی توفیق کے بغیر نہیں ہو سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اخلاق حسنہ کی اہمیت وفضیلت کے ساتھ عمدہ اخلاق کے حصول کیلئے دعا بھی سکھائی ہے۔ **واهدني لاحسن الاخلاق**۔ (مسلم کتاب صلاۃ المسافرین) اے اللہ! اور مجھے اچھے اخلاق کی توفیق دے۔

نبی ﷺ نے اپنے عمدہ اخلاق سے دعوت الی اللہ کا کام وسیع پیمانے پر انجام دیا، موجودہ دور میں حسن اخلاق سے آراستہ ہونے کی شدید ضرورت ہے تاکہ بہترین طریقے سے دعوتی امور انجام دیئے جا سکیں۔

سچ کہا ہے شاعر نے ۔

تقریر سے ممکن ہے نہ تحریر سے ممکن
وہ کام جو انسان کا کردار کرے ہے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسن اخلاق کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

حلقۂ حدیث

صحت عمل کا دارومدار اخلاص نیت پر ہے

● عبدالجبار انعام اللہ سلفی

عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: انما الاعمال بالنيات وانما لكل امرى مانوىٰ، فمن كانت هجرته الى الله ورسوله فهجرته الى الله ورسوله ومن كانت هجرته لدنيا يصيبها او امرأة ينكحها فهجرته الى ما هاجر اليه۔

(صحیح بخاری، حدیث:۱،۵۴،۲۵۲۹،۳۸۹۸،۵۰۷۰،۶۶۸۹،۶۹۵۳، صحیح مسلم:۱۹۰۷)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے تمام کام نیتوں پر موقوف ہیں اور ہر آدمی کو اس کی نیت ہی کے مطابق پھل ملے گا پس جس کی ہجرت ارادہ کے اعتبار سے اللہ اور اس کے رسول کیلئے ہے اس کی ہجرت (اجر وثواب کے اعتبار سے) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کیلئے ہے اور جس شخص کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کیلئے ہے تو اس کی ہجرت اس کام کیلئے ہے جس کی خاطر اس نے ہجرت کی۔

راوی حدیث: حدیث کے راوی حضرت عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزی الحدوی القرشی المدنی ہیں، کنیت ابو حفص تھی، کعب بن لوی پر جا کر ان کا سلسلۂ نسب نبی ﷺ سے مل جاتا ہے، فقہاء صحابہ میں سے ایک تھے، ان کا شمار عشرۂ مبشرہ میں بھی ہوتا ہے، یہ پہلے خلیفہ تھے جنہیں امیر المومنین کے لقب سے ملقب کیا گیا، نبوت کے چھٹے سال اسلام سے سرفراز ہوئے، ایک قول کے مطابق نبوت کے پانچویں سال ۴۰ر مرد اور ۱۱ر عورتوں کے بعد اسلام لائے، ان کے اسلام لانے سے اسلام اور مسلمانوں کو بہت تقویت حاصل ہوئی، اور اسی بنیاد پر ان کا نام ''فاروق'' پڑا۔ بدر اور اس کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے۔ ابوبکرؓ کے بعد خلافت کے والی ہوئے، ان کے دور خلافت میں بہت ساری فتوحات ہوئیں، اسلام عرب سے نکل کر عجم تک جا پہنچا۔ اللہ کے معاملات میں بڑے سخت تھے۔ ان سے پانچ سو انتالیس (۵۳۹) احادیث مروی ہیں۔ دس متفق علیہ ہیں اور نو کی تخریج میں امام بخاری اور ۱۵ر کی تخریج میں امام مسلم منفرد ہیں۔

۲۶ر ذی الحجہ ۲۳ھ بروز بدھ فجر کی نماز میں مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولولوء نصرانی نے مدینہ میں نیزہ مارا زخم کاری لگا، جانبر نہ ہوسکے اور عمر عزیز کی ۶۳ بہاریں دیکھنے کے بعد یکم محرم الحرام ۲۴ھ کو اس دار فانی سے دار بقاء کی جانب کوچ کر چلے، مدت خلافت ساڑھے دس سال رہی، حضرت صہیب رومیؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور حجرۂ عائشہ میں نبی ﷺ کے بغل میں دفن کیے گئے۔ رضی اللہ عنہ [مرعاۃ المفاتیح:۱/۳۲]

تشریح: اعمال: کام واحد عمل، نیات: قصد وارادہ م دل کا عزم واحد نیة، نویٰ: کسی چیز کا قصد وارادہ کرنا، ہجرۃ: ترک وطن، اللہ کی منہیات کو ترک کر دینا۔

مذکورہ بالا حدیث ان احادیث میں سے ایک ہے جن پر اسلام کا دارومدار ہے بلکہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ جیسے اکابر امت نے صرف اس ایک حدیث کو علم دین کا تہائی یا نصف حصہ قرار دیا ہے۔

علامہ قسطلانی رقمطراز ہیں: **وهذا الحديث احد الاحاديث التى عليها مدار الاسلام...... وقال الشافعى واحمد انه يدخل فيه ثلث العلم** ۔[ارشادالساری:۱/۵۶-۵۷]

مذکورہ حدیث اعمال کی قبولیت اور عدم قبولیت اور ان کے ثواب کی کثرت وقلت کو جانچنے اور پرکھنے کیلئے واضح اور صحیح پیمانہ ہے، نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کواس حقیقت سے آگاہ کیا کہ تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اگر نیت نیک ہو یعنی عمل خالصۃ لوجہ اللہ ہوتو وہ عمل اللہ کے ہاں مقبول ہوگا اس کے برعکس مردود۔

نبی کریم ﷺ نے ہجرت کی مثال دیتے ہوئے امت کے سامنے اس نکتے کی وضاحت کی کہ جس شخص نے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اور شریعت پر عمل پیرا ہونے کیلئے دارالکفر سے ہجرت اختیار کی اللہ اسے ثواب عطا کرے گا اور جس نے کسی دنیاوی مقصد کے لئے ہجرت کی اسے کوئی ثواب نہیں ملے گا یعنی نیت کی تبدیلی سے اعمال کے نتائج بدل جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور دیگر احادیث میں بھی اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ صحت عمل کا دارومدار اخلاص نیت پر ہے مثلاً

☆ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو میدان محشر میں ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا۔ (صحیح بخاری: ح:۲۱۱۸)

☆ حضرت سعد بن وقاصؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے جو بھی آپ خرچ کریں گے اس پر ثواب دیا جائے گا، یہاں تک کہ اگر بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالو گے تو اس پر بھی ثواب ملے گا۔

☆ حضرت جابر بن عتیکؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ حضرت عبداللہ بن ثابت کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے تو انہیں موت کی بے ہوشی میں پایا۔ آپ نے انہیں پکارا مگر وہ جواب نہ دے سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا: اے الربیع! ہم تمہارے معاملے میں بے بس ہیں، یہ سن کر عورتیں چیخ وپکار کرنے لگیں، جابر بن عتیکؓ انہیں چپ کرانے لگے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رہنے دو، لیکن جب واجب ہو جائے تو پھر کوئی عورت (آواز سے) نہ روئے، لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! واجب ہونا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: موت، ان کی بیٹی کہنے لگی۔ ابا جان! مجھے تو امید تھی کہ آپ شہید ہوں گے کیونکہ آپ نے اپنا سامان جہاد تیار کر رکھا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**ان الله عزوجل قد اوقع اجره عليه على قدر نيته**" یقیناً اللہ نے ان کی نیت کے مطابق ان کا ثواب لکھ دیا ہے۔ (سنن نسائی: ح:۱۸۴۷)

☆ حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جس شخص کا مقصود حصول دنیا ہو اللہ تعالیٰ اس کے کام بکھیر دیتا ہے اور اس کا فقر اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے اور اسے دنیا اتنی ہی ملتی ہے جتنی اس کیلئے مقدر ہے۔ اور جس کی نیت آخرت کا حصول ہو اللہ تعالیٰ اس کے کام مرتب کر دیتا ہے اور اس کے دل میں استغنا پیدا فرما دیتا ہے اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ح:۴۱۰۵)

غرضیکہ صحت عمل کا دارومدار اخلاص نیت پر ہے اگر نیت خالص ہے تو عمل بھی صحیح ہوگا اور اگر اس کے اندر کسی قسم کا کھوٹ ہو تو وہ عمل بھی بے کار ہوگا اللہ کے نزدیک اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی نیتوں کے اندر اخلاص پیدا کریں تاکہ ہمارے اعمال صحت کی درستگی کو پہنچ سکیں اور ہمیں اپنے کئے کا ثواب مل سکے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔

اداریہ

قوم مذہب سے ہے

● سعید احمد بستوی

اسلامی معاشرہ کامل وسالم ہے اہل اسلام مرد وخواتین کو چاہئے کہ اس روایات کو قائم رکھیں جو روایات نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنے اپنے حدود میں رکھے ہوئے ہے اسلامی معاشرہ یورپی وامریکی معاشرے سے یکسر مختلف ہے اسلامی معاشرہ میں اخلاقی اقدار ہیں جو خاتون کو ایک دائرہ کار میں رکھتا ہے ماں باپ کے احترام کو بھی ضروری قرار دیتا ہے سب سے بہتر یہ کہ مغربی معاشرے میں مردوزن کے اختلاط کی جو آزادی پائی جاتی ہے اس سے اسلامی سماج پاک وصاف ہے اس آزادی نے یورپ وامریکہ میں خاندانی نظام وسسٹم کو، کھوکھلا وتباہ کر کے رکھ دیا ہے، اختلاط سے اجتناب کرنا خواتین کی بے ہنگم آزادی کو محدود کرنا حیا وحجاب کا پاس ولحاظ رکھنا یہ امریکہ ویورپ کی بے حیائی آوارہ گردی فحاشی وعریانی سے کہیں زیادہ بہتر وافضل ہے۔

دین اسلام میں عورت کو ایک خاص مقام عطا کیا گیا ہے اس لئے کہ خاندان کا انحصار عزت نفس، شرافت خاندانی کا بقاء وانحصار معاشرے کا سدھار اور بچوں کی تربیت کا انحصار اسی پر موقوف ہے اسلامی خاتون کی گود تہذیب وثقافت کا گہوارہ ہے، خاتون خانہ ہمیشہ ایک صالح خاندان کے لئے مضبوط رکن کی حیثیت رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ مغربی اقوام نے ہمیشہ ہر ممکن مسلم خاندان اور مسلم معاشرے کو برباد کرنے کی کوشش کی ہے، یورپ کی نظر میں مسلم عورت کا حجاب ہمیشہ کھٹکتا رہا ہے اور ہر دور اور ہر زمانے میں مسلم خواتین کے حجاب کو تار تار کرنے کی سعی لاحاصل رہی ہے آج بھی مغربی اقوام کے نزدیک اس ترقی یافتہ دور میں خاتون ایک اہم شکار کی حیثیت رکھتی ہے مغربی اقوام کا خیال ہے ہم عورت کا شکار کر کے پورے مسلم معاشرے کو تہس نہس کر سکتے ہیں۔ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں ان کیلئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہیں۔ (سورۃ النور: ۱۹، تفسیر احسن البیان ص ۹۶۹)

الْفَاحِشَةُ کے معنی بے حیائی کے ہیں اور قرآن نے بدکاری کو بھی فاحشہ قرار دیا ہے اور یہاں بدکاری کی ایک جھوٹی خبر کی اشاعت کو بھی اللہ تعالیٰ نے بے حیائی سے تعبیر فرمایا ہے اور اسے دنیا وآخرت میں عذاب الیم کا باعث قرار دیا ہے، جس سے بے حیائی کے بارے میں اسلام کے مزاج کا اور اللہ تعالیٰ کی منشا کا اندازہ ہوتا ہے کہ محض بے حیائی کی ایک جھوٹی خبر کی اشاعت عنداللہ اتنا بڑا جرم ہے تو جو لوگ رات ودن ایک مسلمان معاشرے میں اخبارات، ریڈیو، ٹی وی اور فلموں، ڈراموں کے ذریعے سے بے حیائی پھیلا رہے ہیں اور گھر گھر اسے پہنچا رہے ہیں اللہ کے یہاں یہ لوگ کتنے بڑے مجرم ہوں گے؟ اور ان

اداروں میں کام کرنے والے ملازمین کیوں کر اشاعت فاحشہ کے جرم سے بری الذمہ قرار پائیں گے؟ اسی طرح اپنے گھروں میں ٹی وی لاکر رکھنے والے، جس سے ان کی آئندہ نسلوں میں بے حیائی پھیل رہی ہے وہ بھی اشاعت فاحشہ کے مجرم کیوں نہیں ہوں گے، اور یہی معاملہ فواحش ومنکرات سے بھر پور روزنامہ اخبارات کا ہے کہ ان کا بھی گھروں کے اندر آنا اشاعت فاحشہ کا ہی سبب ہے، یہ بھی عنداللہ جرم ہوسکتا ہے کاش مسلمان اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور اس بے حیائی کے طوفان کو روکنے کے لئے اپنی مقدور بھر سعی کریں۔

معاشرے میں بگاڑ کا سبب لڑکیوں میں فیشن پرستی کا رجحان، راستوں پر نوجوان لڑکے لڑکیوں کی شرمناک حرکتیں، پب اور ڈسکو کلچر حساس طبع لوگوں کے لئے ندامت وشرمندگی اور اوباشوں کی حوصلہ افزائی کا باعث ہیں جو فلموں، ٹی وی سیریلوں اور دیگر ذرائع سے سماج میں در آئے ہیں ان میں فحاشی عریانیت بے حیائی کو فروغ دیا جارہا ہے بعض بعض کمپنیاں اپنی مصنوعات اور پروڈکٹس کو فروخت کرنے کے لئے نسلوں کو تاریکی میں ڈھکیل دیتے ہیں وہ حصول دولت کے لئے سماج میں بگاڑ فساد تہذیب وتمدن اور روایات کے پرخچے اڑانے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں محسوس کرتے وہ اپنی مصنوعات کے تشہیر کے لئے ایسے اشتہارات کا سہارا لیتے ہیں جو سماج ومعاشرہ پر غلط اثر ڈالتے ہیں ان میں عمومی طور پر صنف نازک (خواتین) کا بڑے زور وشور کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے وہ مصنوعات جو خواتین سے متعلق ہوتے ہیں جیسے شیمپو، تیل، ہیئر آئل، لیڈیز ملبوسات وغیرہ نیز وہ چیزیں جو خواتین سے متعلق نہیں ہوتی ہیں صرف لوگوں کی توجہ مبذول کرانے کے لئے خواتین ہی کا سہارا لیا جاتا ہے، چوراہوں، شارع عام اور نکڑوں پر نیم عریاں تصاویر آویزاں کی جاتی ہیں اور انہیں انتہائی ہیجانی انداز میں پیش کیا جاتا ہے، سماج میں نوجوان نسل کے اوپر مضر اثرات کا پڑنا لازم ہے اس سے ہٹ کر آپ دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ٹی وی چینلوں اور سیریلیوں پر بھی یہی فحش مناظر مصنوعات کے ساتھ نظر آتے ہیں جو پوری نسل انسانی کو فساد وبگاڑ میں مبتلا کرنے کا کام کررہے ہیں پارکوں، کلبوں، ہوٹلوں، سیرگاہوں میں اتنی بڑی تعداد میں لڑکے لڑکیاں جنسی، آوارگی میں مشغول نظر آتے ہیں اور باہم بوس وکنار بھی کرتے ہیں کوئی معیوب بات نہیں، موجودہ دور میں ہر طرف پھیلی ہوئی بے حیائی عریاں فیشن پر مبنی کپڑوں کا چلن خواتین کو نیم عریاں یا مکمل عریاں دیکھنے کے مواقع مہیا ہیں عورتیں شارٹ لباس میں ملبوس بال بکھرے ہوئے شانے برہنہ اس طرح کئی حرکات وسکنات سے معاشرے میں ہیجانی کیفیت پیدا نہیں ہوگی تو کیا ہوگا اور جرائم کی گرم بازاری ہوگی۔ نیز عالمی بستی کی جنسی آوارگی عریانیت اباحیت پسندی اختلاط مرد وزن حیا سوز اور ہوش ربا مناظر دیکھئے تو دل ودماغ ٹھکانے لگ جاتے ہیں اور پھر ایک غیرت مند باہوش حساس فکر ونظر والا انسان یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ کیا یہ انسانوں کی بستی ہے، جو حیوانوں سے بھی گئے گذرے ہیں ﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيراً مِّنَ الْجِنِّ وَالإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لاَّ يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لاَّ يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لاَّ يَسْمَعُونَ بِهَا أُوْلَـئِكَ

كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴾(الاعراف: ۱۷۹) فضا ابن فیضی نے اس کی ترجمانی اس طرح کی ہے۔

ہے تیری نسوانیت کا بانکپن شرم و حیا
رنگ بن کر وقت کے سیمیں دریچوں پر نہ جھول
مانگتی ہے مغربی تہذیب سے تو روشنی
ظلمتِ شب سے نہیں ممکن اجالے کا حصول
یہ کلب یہ رقص گاہیں یہ لب ساحل یہ پارک
سارے چم خم ہیں یہ افرنگی تمدن کے فضول

ایوان سیاست میں بیٹھے لوگوں اور حکومتوں کے نمائندوں کو چاہئے کہ اس طرح کے اشتہارات پر پابندی کے ساتھ ساتھ جرمانہ اور سزا تجویز کی جائے تا کہ اس کا سد باب ہو سکے، گناہ کے جتنے دعاوی پائے جاتے ہیں سب پر نگاہ ہونی چاہئے انٹرنیٹ اور ویب سائٹوں پر نازیبا حرکت کرنے اور اسی طرح ٹہلنے گھومنے پر پابندی عائد کرنی چاہئے موجودہ دور میں کالجوں ہاسٹلوں میں بوائے فرینڈ اور گرل فرینڈ کا رجحان کوئی معیوب بات نہیں سمجھی جاتی ہے یہ رجحان عام ہو گیا ہے اولیاء مربی سرپرست کو چاہئے اس بات کا خاص خیال رکھیں اپنے لڑکوں لڑکیوں کو اس طرح کی دوستی سے سختی کے ساتھ منع کریں اسی لئے اللہ نے فرمایا:

لاتقربوا الزنا انه كان فاحشة وساء سبيلا۔

یہ سب اسباب وعاوی وسائل ہیں زنا کے اور برائیوں کے اس لئے شریعت نے کہا ان اسباب کے قریب نہ جاؤ، اسلام اس کو نہ صرف غلط قرار دیتا ہے بلکہ اجنبی خواتین سے میل جول غیر ضروری گفتگو اور اختلاط سے منع فرمایا ہے کیونکہ یہی وہ محرکات ہیں جو انسان کو بدکاری اور فحاشی تک پہنچا دیتے ہیں۔ فضا ابن فیضی نے کیا خوب کہا ہے:

تیرے ماتھے کا پسینہ ہے کہ کوثر سلسبیل
ہے بہار خلد طوبیٰ یا تیرے آنچل کا پھول
پھوٹ نکلی ایڑیوں کی ضرب سے زمزم کی سوت
عرش سے پایا دعاؤں نے تیری حسن قبول
زینب و مریم تیری آغوش کے اجلے کنول
رابعہ بصری تیری تقدس کے گلشن کے پھول
گود تیری تربیت گاہ جنید و بایزید
ہیں تیرے فانوس کی شمعیں پیمبراور رسول
اس حقیقت سے نہیں شاید ابھی آگاہ تو
تجھ میں کوئی عائشہؓ ہے اور کوئی زہرا بتولؓ

لباس کے متعلق شریعت مطہرہ نے تین چیزوں سے متعلق منع کیا ہے جس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

عورت کا لباس گھر سے باہر نکلتے وقت معطر نہیں ہونا چاہئے یعنی اس میں کسی طرح کی کوئی خوشبو نہیں آنی چاہئے ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گزرے اور لوگ اس کی خوشبو محسوس کریں وہ عورت زانیہ ہے۔ (نسائی ابوداؤد)

لباس میں دوسری قوموں کی مشابہت سے اجتناب کریں نبی ﷺ نے فرمایا جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہیں میں سے ہوگا اس حدیث کی روشنی میں مردوں کو بھی چاہئے کہ ایسے لباس سے احتراز کریں۔ ایسا لباس نہ ہو جس کا مقصد شہرت

حاصل کرنا ہو جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے دنیا میں شہرت والا لباس پہنا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے ذلت والا لباس پہنائے گا پھر اس میں آگ دھکائے گا۔ (ابوداؤد و نسائی) بعض علماء و محققین فرماتے ہیں کہ شہرت والے لباس سے مراد عام رنگوں سے مختلف ایسے رنگ کا لباس پہننا جس کا لوگوں میں چرچا ہو دھوم مچ جائے اور لوگوں کی توجہ کا مرکز ہو جائے لوگ نظریں اٹھا اٹھا کر اسی لباس کو دیکھیں اور پہننے والا اس شہرت کی وجہ سے تکبر کے ساتھ چلے موجودہ دور میں نئے نئے ڈیزائن سے متعارف کرانا بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔شرم وحیا اور پردہ عورت کی فطرت میں شامل ہے جیسا کہ اسلامی تہذیب و تمدن کے عروج کے زمانے کا عربی شاعر ابن نمیر الثقفی اپنے دور کی عورتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے میری آنکھوں نے عورتوں کی ایسی جماعت کبھی نہیں دیکھی جو تنعیم سے باپردہ نکلیں تو نعمان کی وادی خوشبو سے مہک اٹھی اور ان حیا والی عورتوں میں زینب بھی تھی جس نے نمیری کے قافلے کو دیکھا تو راستے سے ایک طرف ہٹ گئی وہ عورتیں مردوں کے سامنے ہونے سے اجتناب کرنے والی تھیں زینب نے اپنے ساتھ عزت وحشمت والی عورتوں کو بلایا تو وہ اس کے قریب آ کر ریشم کی چادروں سے پردہ کرنے لگیں اور ان کی حالت یہ تھی

یخبئن اطراف البنان من التقی

ویخرجن جنح اللیل مختمرات

وہ اپنی انگلیوں کے پورے تک کو شرم وحیا کی وجہ سے چھپا رہی تھی اور رات کی تاریکی میں بھی پردہ کر کے نکلتی تھی یہ تو اسلامی دور کا شاعر تھا اس سے قبل دور جاہلیت میں بھی پردہ کرنے والی عورتوں کی تعریف کی جاتی تھی جیسا اس دور کا شاعر امرالقیس کہتا ہے

کبیضۃ خدر لا یرام خبلء ھا

اس پردہ نشین عورت کی طرح جسے کوئی دیکھ نہیں سکتا، یہ جو امراءالقیس نے ذکر کیا یہ سورۃ الاحزاب اور سورۃ النور کے نازل ہونے سے پہلے کے واقعات ہیں کہ پردہ عورتوں کی فطرت کا حصہ تھا وہ شریعت کی حکم کی وجہ سے پردہ نہیں کرتی تھیں بلکہ فطری تقاضوں کی وجہ سے باپردہ رہتی تھیں۔﴿**فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفاً فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ**﴾ (الروم:۳۰) یہ اللہ کا وہ دین فطرت ہے جس کے مطابق اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی یہی سچا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔

مسلمان خواتین کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ مغربی معاشرے کو اپنا آئیڈیل بنائیں اور اسلامی عقائد و نظریات کو چھوڑ کر کسی اور فکر و نظر سے متاثر ہوں کیونکہ دیگر نظریات کو اپنانے کی بناء پر وہ اپنی شخصیت کا امتیاز برقرار نہیں رکھ سکیں گی خواتین اسلام کو چاہئے کہ وہ اصل اسلام پر کاربند رہیں اور اپنی پیش رو خواتین کے راستے پر گامزن رہیں جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ فطرت کے مطابق زندگی بسر کرتی رہی ہیں۔ مسلمان خواتین کو اپنی سنہری تاریخ کے ہالے میں عزت واحتشام کے پہلو تلاش کرنے چاہئیں ان کے مدنظر آنے والی نسل کو اسلامی تہذیب و تمدن کے خطوط پر چلانے کی فکر ہونی چاہئے تاکہ آئندہ نسل پوری دیانت واستقامت سے اپنے اسلامی کلچر سے وابستہ رہے۔

حجیت حدیث

● خورشید عالم مدنی (پٹنہ)

سنت کا مفہوم:

محدثین کی اصطلاح میں سنت کا مفہوم یہ ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ نقل کیا گیا ہے خواہ وہ قول ہو یا عمل یا کسی امر پر آپ کی موافقت ہو یا آپ کی کوئی فطری صفت یا عادت، بعثت سے پہلے ہو یا بعثت کے بعد سب کچھ سنت ہے، اکثر محدثین کے نزدیک سنت اور حدیث معنیٰ میں مترادف ہیں ۔(دراسات فی الحدیث النبوی وتاریخ تدوینہ رڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی، فتح المغیث للسخاوی:۱/۲)

سنت کا مقام قرآن کی نظر میں:

شریعت اسلامیہ کا پہلا اور آخری مصدر قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، دونوں کا آپس میں ایسا گہرا تعلق ہے کہ کسی کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا، اسلام کو سمجھنے کے لئے سنت کو چھوڑ کر صرف قرآن پر اعتماد کرنا کافی نہ ہوگا اور نہ ہی قرآن کو چھوڑ کر صرف سنت پر اعتماد کر لینا کافی ہوگا۔

حدیث نبی وحی ہے:

قرآن کریم احادیث نبویہ کو وحی قرار دیتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کی طرح احادیث بھی واجب العمل ہیں اوران کی حجیت مسلّم ہے۔اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کی شان میں فرمایا کہ﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾ (النجم:۱-۴) ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول گرامی کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ہر لفظ منجانب اللہ ہے اور اللہ کے نبی نے اپنی خواہش اور طبیعت سے کچھ نہیں فرمایا ہے، آپ کی زبان وحی الٰہی کی پابند رہی ہے، قرآن وحدیث میں فرق یہ ہے کہ قرآن متلو ہے اور اس کے الفاظ ومعانی سب ربانی یعنی منجانب اللہ ہیں اور نبی کریم کے ارشادات وفرمودات غیر متلو ہیں اور ان کے صرف مفاہیم منجانب اللہ ہے اور الفاظ نبی ﷺ کے ہیں۔

کلمہ حکمت سے مراد حدیث ہے:

قرآن کریم کی متعدد آیتوں میں کتاب کے ساتھ لفظ حکمت کا استعمال ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بطور نعمت یہ بیان فرمایا ہے کہ ہم نے رسول کو کتاب وحکمت سے نوازا اور انہیں ان کی تعلیم دی تا کہ وہ انسانوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیں، بطور نمونہ ذیل کی چند آیتیں ملاحظہ فرمائیں:

۱-﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِي ضَلالٍ مُّبِينٍ﴾ (آل عمران:۱۶۴)

۲-﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

﴿وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ (جمعہ:۲)

اسی طرح سورۂ احزاب میں ازواج مطہرات کو حکم دیا گیا ہے کہ ﴿واذکرن مایتلی فی بیوتکن من آیات اللہ والحکمۃ﴾ علمائے محققین کا خیال ہے کہ مذکورہ بالا آیات میں الکتاب کے ساتھ جو لفظ حکمۃ ذکر کیا گیا ہے، اس سے مراد اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی تشریح وتبیین ہے جو آپ نے اپنے قول وعمل کے ذریعہ فرمائی ہے جیسا کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں (کتاب الام:۷/۲۷۰۔الرسالۃ ص ۷۸۔)

اطاعت رسول کا مستقل حکم:

حدیث کے حجت اور شرعی دلیل ہونے پر تمام ائمہ مجتہدین کا اتفاق ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا مستقل حکم دیا ہے ﴿وَأَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَاحْذَرُواْ﴾ (المائدہ:۹۲) ﴿مَّنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّهَ﴾ (النساء:۸۰) یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص اس وقت تک اللہ کا مطیع وفرمانبردار نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا مطیع نہ ہو اور ظاہر ہے رسول کی اطاعت آپ کے اقوال وافعال کی پوری معرفت اور ان پر عمل پیرا ہونے سے حاصل ہوسکتی ہے۔

اسی طرح قرآن کریم نے رسول گرامی کی ذات گرامی کو امت کے لئے اسوہ اور نمونہ قرار دیتے ہوئے آپ کی اطاعت کو فرض اور واجب قرار دیا گیا ہے اور مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ رسول جس چیز کا حکم دیں اس کو بجالاؤ اور جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا﴾ (الحشر:۷)

قرآن نے اس کے علاوہ بھی مختلف طریقوں سے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور آپ کے اقوال وافعال کو آپ کی زندگی میں بھی اور آپ کے انتقال کے بعد بھی نہ صرف دلیل وحجت قرار دیا ہے بلکہ آپ کے کامل اتباع کو ایمان کے لئے لازمی شرط قرار دیا ہے اور آپ کی نافرمانی کو کفر ونفاق سے تعبیر کیا ہے، ارشاد باری ہے: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْاْ إِلَى مَا أَنزَلَ اللّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُوداً﴾ (النساء:۶۱) اور جب انہیں اللہ کے احکام اور رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ منافقین تم سے بدکتے ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ سنت نبویہ دین اسلام کا ایک اہم مصدر وماخذ ہے یہ کتاب اللہ کی توضیح وتشریح ہے اور حجیت کے اعتبار سے قرآن کے ہم پلہ ہے۔

سنت کا مقام حدیث کی نظر میں:

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "**الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ**" (ابوداؤد، مسند احمد) سن لو! مجھے قرآن دیا گیا اور اس کے ساتھ اس کے مانند (سنت)۔

یہ حدیث دلیل ہے کہ حدیث قرآن کے مماثل ہے، نبی کریم ﷺ پر جبرئیل امین وحی حدیث لے کر نازل ہوئے تھے جیسے آپ پر وحی قرآنی لے کر نازل ہوتے تھے۔ حسان بن عطیہ شامی (جو ثقات تابعین میں سے ہیں) کہتے ہیں **کان جبرئیل ینزل علی النبی ﷺ بالسنۃ کما ینزل علیہ بالقرآن** " (دارمی:۱/۱۴۵) جبرئیل امین نبی ﷺ پر سنت لے کر نازل ہوتے تھے جیسے آپ پر قرآن لے کر نازل ہوتے تھے۔ دوسری روایت میں ہے " **ویعلمہ ایاھا کما یعلمہ القرآن** " (تحفۃ الاشراف ۱۳/۱۶۱) اور آپ کو جیسے قرآن

سکھاتے تھے ویسے ہی حدیث بھی سکھاتے تھے۔

"عن ابن مسعود قال سمعت رسول الله يقول نضرالله امره اسمع منا شيئا فيبلغه كما سمعه فرب يبلغ اوعى من سامع "(ترمذی کتاب العلم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے مجھ سے کچھ سنا اور اسے دوسروں تک ایسا ہی پہنچا دیا جیسا کہ اس نے سنا تھا اس لئے کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جن تک یہ باتیں پہنچائی ہیں اور وہ ان باتوں کو سننے والے سے زیادہ محفوظ رکھنے والے ہیں۔

"عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ تركت فيكم شيئين لن تضلوا بعدهما كتاب الله وسنتى" (رواہ الحاکم) یعنی میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ان پر عمل کرنے سے تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اپنی سنت۔

حضرت عرباض بن ساریہ نے اللہ کے رسول کی ایک رقت آمیز اور موثر وعظ کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی وصیت ذکر کی ہے کہ"اوصيكم بتقوىٰ الله والسمع والطاعة وانه كانه عبدا حشيا فانه من يعش بعدى فسيرى اختلافا كثيرا فعليكم بسنى وسنة الخلفاء الراشدين المهدين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ" (احمد، ابوداؤد، ترمذی)

میں تمہیں اللہ کے تقویٰ اور سمع وطاعت کی نصیحت کرتا ہوں خواہ تمہارا امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، اس لئے کہ میرے بعد جو لوگ زندہ رہیں گے وہ امت میں اختلافات دیکھیں گے ایسے وقت میں میری سنت اور ہدایت یاب خلفاء راشدین کے طریقہ کو اختیار اور انہیں دانتوں سے مضبوطی سے پکڑ لینا۔

سنت کا مقام صحابہ کرام کی نظر میں:

صحابۂ کرام حدیث کو کیا مقام دیتے تھے اور ان کے دلوں میں طلب حدیثیت، حفاظت حدیث کا کیسا جذبہ تھا اسے جاننے اور سمجھنے کے لئے ذہن ودماغ میں اس حقیقت کا اتارنا بے حد ضروری ہوگا کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی مجالس میں شرکت کے بڑے دلدادہ تھے، ہمیشہ ان کی نظر آپ کے اقوال وافعال پر رہتی تھی بلکہ صحابہ کرام کی ایک جماعت کا محبوب مشغلہ ہی حدیث نویسی تھا، اور اگر کسی عذر کے سبب ان کے لئے ہر دن رسول کی مجلسوں میں حاضر ہونا دشوار ہوجاتا تو پھر وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ باری متعین کرلیتے تھے، ایک دن ایک صحابی مجلس نبوی میں حاضر ہوکر اکتساب فیض کرتے اور وہ جو کچھ بھی حاصل کرتے اس سے اپنے غائب ساتھی کو باخبر کرتے اور دوسرے دن دوسرا ساتھی مجلس نبوی میں حاضر ہوتا اور رسول گرامی سے حاصل احکام شریعت سے اپنے دوسرے غائب ساتھی کو روشناس کرتا۔

جیسا کہ عمر بن خطاب اپنے ایک انصاری پڑوسی سے اس قسم کا معاہدہ کئے ہوئے تھے اور باہم ایک دوسرے کو فائدہ پہنچاتے اور استفادہ کرتے تھے۔ (تفصیل کیلئے دیکھیں بخاری کتاب العلم ۲۷/۱)

صحابہ کرام کے دلوں میں حدیث رسول جاننے کی بے قراری اس لئے تھی کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ رسول مقبول کی زبان فیض ترجمان سے نکلا ہوا ہر لفظ تشریعی اور قانونی حیثیت کا حامل ہے۔

اور جسے دربار رسالت سے ایک جملہ بھی مل گیا اسے وہ گنج گراں مایہ سمجھتے تھے اور اس کی پوری حفاظت کرتے تھے، اسے غیر معمولی اہمیت دیتے تھے، اور زبانی یاد کرلیتے تھے بلکہ اسے لکھ کر

احادیث کا مجموعہ تیار کرتے تھے جیسے کہ عبادہ بن صامت، عبداللہ بن عمرو، عبداللہ بن عباس، سمرہ بن جندب اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم جیسے اجلۂ صحابۂ کرام نے حدیث کا معتد بہ حصہ ضبط تحریر کر رکھا تھا، ساتھ ہی وہ احادیث پر عمل کرنا ہر حال میں واجب تصور کرتے تھے۔

مشہور تابعی طاؤس بن کیسان نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی، صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباس نے انہیں ٹوکا اور فرمایا یہ نماز مت پڑھو، طاؤس نے جواب دیا کہ اللہ کے رسول نے عصر بعد نماز پڑھنے سے اس لئے منع فرمایا تھا کہ احتمال تھا کہ ان کو سنت کا مقام نہ دے دیا جائے، اب اس کا احتمال نہیں رہا اس لئے اگر استمرار اور مداومت کی نیت کے بعد دو رکعت نماز پڑھ لی تو کوئی حرج نہیں مگر حضرت عبداللہ بن عباس نے اس کو تسلیم نہ کیا اور فرمایا کہ عصر بعد نماز پڑھنے کی ممانعت مطلق ہے اس لئے اللہ کے رسول کے بتائے ہوئے احکام میں تبدیلی کا حق نہیں ہے کیونکہ ارشاد باری ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْراً أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾ (احزاب:۳۶) (جامع بیان العلم ۲/۱۳۹)

علامہ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے "**سياتى قوم يجادلونكم بشبهات القرآن فخذوهم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بكتاب الله**" (جامع بیان العلم وفضلہ:۲۳/۳) عنقریب ایک ایسی جماعت نمودار ہوگی جو تم سے قرآنی شبہات لے کر جھگڑا کرے گی تم ان کی گرفت احادیث نبویہ سے کرنا اس لئے کہ احادیث کا علم رکھنے والے ہی کتاب اللہ کو زیادہ بہتر انداز میں سمجھتے ہیں۔

حدیث کی محبت صحابۂ کرام کے رگ و پے میں سرایت کر چکی تھی اس کے حصول کے لئے انہوں نے لمبی مسافتیں طے کیں دشوار گزار راستوں کو گوارہ کیا اور وہاں تک پہنچ کر دم لیا جہاں ان کو اپنے مقصد میں کامیابی ہوسکتی تھی، اس سلسلے میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا سفر مصر اور جابر بن عبداللہ انصاری کا سفر شام تاریخ کا روشن باب ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوایوب انصاری کو ایک حدیث میں کچھ اشتباہ پیدا ہوا تو اپنے اس شک کو مٹانے اور حدیث کو نبی کریم ﷺ کے الفاظ میں سننے کے لئے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے پاس مصر پہنچے وہاں سواری سے اترتے ہی فرماتے ہیں: "**حدثنا ماسمعته من رسول الله ﷺ فی ستر المسلم لم يبق احد غيرى وغيرك**" اور جب انہوں نے حدیث سنادی "**من ستر مسلما على خزية ستره الله يوم القيامة**" تو مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے اور وہاں اپنا کجاوہ بھی نہ کھولا۔ (جامع بیان العلم ص ۶۴)

اس طرح امام دارمی نے ایک اور صحابی کا واقعہ قلمبند فرمایا ہے کہ وہ صرف ایک حدیث کی تصحیح کی خاطر فضالۃ بن عبیداللہ کے پاس مصر پہنچے، فضالہ نے دیکھ کر خوش آمدید کہا، صحابی نے کہا: "**انی لم آتك زائر ولكن سمعت وانت حديثا من رسول الله ﷺ رجوت انى تكون عندك منه علم**" یعنی میں آپ کے پاس مہمان کی حیثیت سے نہیں آیا ہوں بلکہ میں نے اور آپ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث سنی تھی جو مجھے پوری طرح محفوظ نہیں رہی، اس خیال اور اس امید کو لے کر آپ کے پاس آیا ہوں کہ وہ آپ کو یاد ہوگی۔ (سنن دارمی ص ۶۹)

امام بخاری نے حضرت جابر بن عبداللہ سے متعلق یہ نقل

کیا ہے "**رحل جابر بن عبداللہ مسیرۃ شھر الی عبداللہ بن انیس فی حدیث واحد**" (بخاری:۱/۱۷) یعنی حضرت جابر نے صرف ایک حدیث کے لئے ایک ماہ کا سفر طے کیا اور عبداللہ بن انیس سے مل کر اس حدیث کا سماع کیا، اور یہ سفر شارحین حدیث کے مطابق مدینہ سے شام تک کا تھا۔ سچ کہا مولانا حالی مرحوم نے۔

سنا خازن علم دیں جس بشر کو
لیا اس سے جا کر خبر اور اثر کو
اسی دھن میں آساں کیا ہر سفر کو
اسی شوق میں طے کیا بحر و بر کو

صحابہ کرام کو نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلی باتوں پر پورا یقین تھا، ان کا یہ ایمان تھا کہ نبی نے جو بات کہہ دی وہ پوری ہو کر رہے گی۔ اس لئے وہ اپنے نبی کی حدیثوں کو بڑے اہتمام سے یاد رکھتے تھے جیسا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جب مقام ربذہ کے گوشۂ تنہائی میں انتقال کرنے لگے تو ان کی اہلیہ تنہائی اور بے سروسامانی دیکھ کر رونے لگیں پوچھا کیوں روتی ہو؟ انہوں نے کہا آپ کی یہ حالت یہ کپڑے وغیرہ بھی نہیں آخر دفن کے فرائض سے کیسے سبکدوش ہوسکوں گی فرمایا گھبراؤ نہیں ایک بار آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص گوشۂ جنگل میں انتقال کرے گا اور میرے کچھ صحابی پہنچ کر اس کے دفن کفن کا انتظام کریں گے اور چونکہ اس درس کے میرے تمام ساتھی شہروں اور آبادیوں میں انتقال کر چکے ہیں اس لئے میں ہی اس حدیث کا مصداق ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اللہ کے کچھ بندے آنحضرت ﷺ کی پیشنگوئی کے مطابق میری تجہیز وتکفین کے لئے پہنچیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے ہمراہ ایک مختصر قافلہ بروقت نماز جنازہ اور کفن دفن کے لئے پہنچ گیا، حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "**البشری ولاتبکی فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لنفر انا فیھم لیموتن رجلا منکم بفلاۃ من الارض یشھدہ عصابۃ من المسلمین ولیس احد من اولئك النفر الاقدمات فی قریۃ وجماعۃ فانا ذلك الرجل**" (زادالمعارج:۱/۴۶۰)

صحابۂ کرام اور حفظ حدیث:

صحابۂ کرام کو قرآن مجید کے ساتھ ساتھ حفظ احادیث کا بھی بے حد شوق تھا، کچھ تو ہر لحہ، ہر گھڑی اسی انتظار میں سراپا شوق بنے رہتے تھے کہ حضور کچھ فرمائیں اور انہیں یاد کرنے کی سعادت ہم حاصل کرلیں۔ وہ خود بھی یاد کرتے تھے اور اپنے رفقاء وتلامذہ کو بھی حفظ احادیث کی تاکید فرماتے تھے۔

ان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا مقام نہایت ہی بلند ہے، آپ کو ۵۳۷۴ حدیثیں یاد تھیں، حافظ سخاوی نے ۵۳۶۴ کی تعداد بتلائی ہے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر کی مرویات کل ۲۶۳۰، انس بن مالک خادم رسول ۲۲۶۶ احادیث نبوی کے حافظ تھے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ۱۶۶۰ حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ کو ۱۵۴۰ حدیثوں کے حافظ تھے اور حضرت ابوسعید خدری کو ۱۱۷۰ حدیثیں یاد تھیں۔

یہ چند مثالیں ہیں ورنہ جملہ صحابۂ کرام اس سعادت کو حاصل کرنے کے لئے بے تاب رہتے تھے، درج ذیل واقعات سے اس کی تائید ہوتی ہے:

۱- ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام کی ایک مجلس میں پوچھا "**ایکم یحفظ قول رسول اللہ ﷺ فی**

الفتنة " یعنی فتنوں سے متعلق نبی کریم ﷺ کی احادیث کس کو خود یاد ہیں؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فوراً جواب دیا **انا کما قال** (بخاری: ۱/۹۷) میں اس طرح یاد رکھتا ہوں جس طرح حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔

۲-ایک موقع پر حضرت صدیق اکبر نے ایک معاملہ میں احادیث رسول اللہ ﷺ کے متعلق صحابۂ کرام کے مجمع سے سوال کیا کہ اس کے حل کے لئے کسی کو حدیث نبوی میں معلوم ہے؟ متعدد صحابہ کرام آگے بڑھے جس پر حضرت ابوبکر نے خوش ہو کر فرمایا "**الحمدلله الذی جعل فینا من یحفظ علی نبینا**" کہ اس مولائے کریم کی تعریف ہے جس نے ہم میں ان لوگوں کو رکھا جو احادیث نبویہ کے حافظ ہیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ: ۱/۱۴۹)

۳-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ نبی ﷺ سے احادیث سن کر یاد کیا کرتے تھے ان کے الفاظ یہ ہیں **کنا نحفظ الحدیث والحدیث یحفظ عن رسول الله** ﷺ" (مسلم: ۱/۱۰) اس سے معلوم ہوا کہ نہ صرف عبداللہ بن عباس بلکہ جماعت صحابہ میں احادیث کے ضبط وحفظ کا اہتمام تھا۔

۴-اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ احادیث نبویہ کے طلب وتلاش، احتیاط وضبط الالفاظ کی خود بھی بڑی پابندی فرماتے تھے اور اپنے شاگردوں کو پابند فرماتے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں **کان ممن یحری فی الاداء ویشدد فی الروية ویرجو تلامذته عن التهاون فی ضبط الفاظه**" یعنی اصل الفاظ کو یاد کرنے کے لئے خود بھی بڑی احتیاط فرماتے اور اپنے شاگردوں کو بھی ضبط الفاظ کی تاکید فرماتے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۳)

۵-حضرت عبداللہ بن عمر کا حال یہ تھا کہ وہ بھی احادیث نبویہ کو پوری طرح ضبط رکھتے تھے، ان کے کمال ضبط اور حدیث میں حد درجہ احتیاط سے متعلق علامہ ذہبی فرماتے ہیں "**لم یکن احد من الصحابة اذا سمع من رسول الله** ﷺ **حدیثا واحدا احذر ان لا یزید ولا ینقص منه ولا من ابن عمر**" یعنی صحابۂ کرام میں حضرت عبداللہ بن عمر سے بڑھ کر روایت حدیث میں کوئی اور محتاط نہ تھا، آپ حدیث نبوی کے اخذ وروایت میں ادنیٰ کی کمی بیشی نہ ہونے دیتے تھے۔

حفظ حدیث کا تسلسل:

بشارت نبوی ﷺ "**نضر الله امرأ سمع مقالتی فوعاها واداها کما سمع منی**" کے پاکیزہ اثرات صحابۂ کرام کے نفوس وارواح پر ایسے پڑے کہ انہوں نے احادیث نبوی کو خود بھی بطریق احسن حفظ کیا اپنے تلامذہ اور تابعین تک پہنچایا اور انہیں اسے یاد رکھنے کی تاکید بھی شدت سے کی اور اس ضمن میں سارے واقعات میں ذیل میں چند واقعات بطور نمونہ پیش کئے جارہے ہیں۔

۱- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کو حفظ احادیث کی سخت تاکید فرماتے تھے۔ (تذکرۃ الحافظ: ۱/۷)

۲-حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنے مشہور شاگرد نافع کو جو حدیثیں لکھوائیں وہ ان کو اپنے پاس بٹھا کر لکھوائیں تاکہ کمی بیشی کا ادنیٰ احتمال بھی نہ رہ سکے۔ (سنن دارمی ص ۶۹)

۲-حافظ سخاوی حضرت عبداللہ بن مسعود سے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ اپنے شاگردوں سے یہ فرمایا کرتے "**تذکرو الحدیث فان حیاته مذاکرمة**" (فتح المغیث ص ۲۳۱) یعنی احادیث کا باہم مذاکرہ کیا کرو کیونکہ یہ حدیث کی بقاء وحفاظت کا ضامن ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کے ان تاکیدات کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان کے سارے تلامذہ پختہ حافظ وشیوخ وقت بن کر نکلے جن کے متعلق حضرت علی وحضرت سعید بن جبیر فرمایا کرتے تھے **"اصحاب عبداللہ سراج هذه القرية"** (طبقات ابن سعد:۶/۷) یعنی حضرت عبداللہ کے تلامذہ اس بستی کے چراغ ہیں۔سلیمان تیمی فرماتے ہیں: **"کان فینا ستون شیخا من اصحاب عبداللہ"** یعنی ہمارے زمانہ میں عبداللہ بن مسعود کے تلامذہ میں سے ساٹھ شیوخ موجود تھے۔

۴-حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ اپنے رفقاء وتلامذہ سے یہ فرماتے تھے **"تذاکروا هذا الحدیث وان لاتفعلوا یدرس"** (کنز العمال:۲۴۲/۵) یعنی اپنے ساتھیوں سے مل کر حدیث کا مذاکرہ جاری رکھو سستی سے اسے نہ چھوڑ ورنہ ختم ہوجائے گا۔

"کثروا ذکر الحدیث فانکم ان لم تفعلوا یدرس علمکم" (جامع بیان العلم:۱/۱۰۱) یعنی حدیث کا مذاکرہ بکثرت جاری رکھو اگر اس میں غفلت کروگے تو تمہارا علم مٹ جائے گا۔

۵-اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ خود بھی احادیث کریمہ کو حفظ رکھتے اور اپنے رفقاء وتلامذہ کو احادیث کے حفظ کی تاکید بھی کرتے تھے وہ فرماتے **"تذاکروا هذا الحدیث لا ینفلت منکم"** (سنن دارمی ص ۷۸) یعنی حدیثوں کا باہم مذاکرہ وتکرار کرتے رہو تاکہ غفلت کے سبب ذہن سے نکل نہ جائے۔

۶-اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، حضرت زید بن ثابت، ابوموسیٰ اشعری، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے متعلق حافظ سخاوی لکھتے ہیں **"امرو بحفظه کما اخذوه حفظا"** (فتح المغیث ص ۲۳۷) یعنی جس طرح ان حضرات نے خود یاد رکھا اسی طرح لوگوں کو بھی زبانی یاد رکھنے کی تاکید فرمائی۔

احادیث نبوی کے محفوظ رہنے میں صحابہ کرام کے عمل بالحدیث کا نمایاں کردار رہا ہے۔حضور کے ارشاد گرامی کو صحابہ کرام صرف متبرک جملے نہیں کہتے تھے اور انہیں تبرکا یاد نہیں کرتے تھے بلکہ نبی کریم کے ان سچے فدائیوں کی بڑی خواہش یہ ہوتی تھی کہ ان ارشادات نبوی اپنی زندگی کے ہر پہلو کو ڈھال لیں اور اپنے لطیف احساسات اور طبعی خواہشات تک کو سنت مصطفوی کے پابند بنالیں، ان کی خلوتوں کا سوز وگداز، جلوتوں کا ہنگامۂ عمل، ان کی شب بیداریاں، دن کے قیلولے سب فرمان نبوی کے تابع بن جائیں، انہیں محبت تھی تو محبوب خدا سے، جنون تھا تو ان کے ارشاد کی تعمیل کا، جذبہ تھا تو تبلیغ دین کا سودا تھا تو حصول علم کا۔

حضرت عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ جس صحابی سے متعلق مجھے معلوم ہوتا کہ انہوں نے کوئی حدیث رسول گرامی سے سنی ہے تو میں ان کے پاس جاکر اس حدیث کو سنتا اور یاد کرلیتا، بعض لوگوں کے پاس جاتا تو وہ سوتے ہوتے پھر میں اپنی چادر ان کی چوکھٹ پر رکھ کر بیٹھ جاتا، بسا اوقات گرد وغبار سے میرا چہرہ اور جسم غبار آلود ہوجاتا جب وہ پیدا ہوتے اس وقت ان سے وہ حدیث سنتا۔ وہ حضرات کہتے کہ آپ تو محبوب خدا کہ چچازاد بھائی ہیں یہاں تک آنے کی زحمت کیوں اٹھائی، ہمیں یاد کرتے آپ کے گھر آجاتے۔

صحابہ کرام کا یہ ایمان تھا کہ قیامت تک کے لئے آپ کا ہر فرمان حجت اور واجب وتسلیم ہے اس لئے انہوں نے اس کے حصول وحفاظت اور عمل کی راہ اپنی ساری توانائیاں لگادیں اور ہر آندھی وطوفان سے چراغ سنت کو محفوظ رکھا تاکہ قیامت تک

آنے والی نسلیں اس چراغ ہدایت کی روشنی میں دشوار گزار راستے طے کر کے گوہر مقصود کو پالیں اور منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔

یہی وجہ تھی کہ ان کے دلوں میں سنت نبوی پر عمل کرنے کا بے پناہ جذبہ پایا جاتا تھا اس کی چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔

۱- حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"**لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک عند کل صلوٰۃ**" (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ باب السواک)

اس فرمان نبوی کے علاوہ اعتبار سے آپ کے متعلق حضرت عائشہ گواہی دیتی ہیں کہ آپ جب گھر میں تشریف لاتے تو مسواک کرتے ہوئے تشریف لاتے یا سب سے پہلے مسواک کرتے۔

نبی کریم کے اس طرز عمل، اسوہ اور آپ کی خواہش کا احترام صحابہ کرام کس انداز سے کررہے ہیں۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ جو خود اس حدیث کے راوی ہیں ان کے بارے میں ان کے شاگرد ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کی شہادت یہ ہے کہ "**فرأیت زیدا یجلس فی المسجد وان السواک من اذنہ موضع القلم من اذن الکاتب کلما قام الی الصلوٰۃ استاک**" (ابوداؤد، کتاب الطہارۃ) میں نے حضرت زید بن خالد جہنی کو دیکھا کہ وہ مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور کان پر جہاں کاتب اپنا قلم رکھتا، یہ وہ مسواک رکھتے تھے جب نماز کے لئے اٹھتے تو مسواک کر لیتے''۔

۲-مغرب کی نماز فرض سے پہلے دو رکعت سنتوں کا تذکرہ صحیح احادیث میں موجود ہے یہ ایسی سنت ہے جو نبی اکرم ﷺ کے قول، فعل اور تقریر تینوں سے ثابت ہے، اس سنت پر صحابہ کرام کس طرح عمل پیرا تھے۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

"**لقد ادرکت کبار اصحاب النبی ﷺ یبتدرون السواری عند المغرب حتی یخرج النبی ﷺ**" میں نے کبار صحابہ کو دیکھا کہ مغرب کے وقت مسجد کے ستونوں کی طرف نماز کیلئے دوڑتے تھے اور صحابہ کرام یہ نفل اس وقت تک پڑھتے تھے جب تک رسول اکرم ﷺ فرض نماز کیلئے نکل نہ آئیں۔

۳- وصیت سے متعلق نبی کریم ﷺ کا ایک تاکیدی حکم یہ ہے"**ماحق امری مسلم لہ شئی یوحی فیہ یبیت ثلاث لیال الا وصیتہ مکتوبۃ**" (بخاری کتاب الوصایا، مسلم کتاب الوصیۃ)

یعنی کوئی مسلمان اگر کسی چیز کی وصیت کرنا چاہتا ہو تو وصیت کو تحریری شکل میں لائے بغیر اس کے لئے تین راتیں گزارنا جائز نہیں۔

اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، "**مامرت علی لیلۃ منذ سمعت رسول اللہ ﷺ قال ذلک الا وعندی وصیتی**"(مسلم، کتاب الوصیۃ) یعنی رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کو سننے کے بعد مجھ پر کوئی رات ایسی نہیں گذری کہ میرے پاس میری تحریری وصیت موجود نہ ہو۔

یہ انداز تھا حدیث رسول اللہ ﷺ پر عمل کا، اور رسول کے ایک جلیل القدر صحابی نے اپنے عمل سے ہمیں یہ پیغام دیا کہ نبی ﷺ کا ہر فرمان خواہ وہ زندگی کے کسی شعبہ سے متعلق ہو ہمارے لئے اس کی اطاعت واتباع ضروری ہے۔

۴- یہ صحابہ کرام وہ ہیں جنہوں نے نبی اکرم کے ساتھ اپنی فداکاری وجاں نثاری، محبت وتعظیم، اطاعت وانتثال کے ایسے نقوش ثبت کیے جنہیں دیکھ کر آپکا بڑا دشمن بھی انگشت بدنداں رہ جاتا تھا، صلح حدیبیہ کے موقع پر سفیر قریش کی حیثیت سے عروہ بن مسعود ثقفی نے اپنی آنکھوں سے جب صحابۂ کرام کا ذات نبوی

سے قلبی لگاؤ دیکھا، الفت ومحبت کی ادائیں دیکھیں، اتباع واطاعت کا جذبہ بے پایاں دیکھا تو حیران وششدر رہ گیا اور اسے یہ اعتراف کرنا پڑا کہ میں نے آج تک کسی عظیم شخصیت کے اتنے مخلص جاں نثار نہیں دیکھے۔ (تفصیل کیلئے دیکھیں۔ (بخاری))

آپ کی وفات کے بعد بھی صحابہ کرام کے اس انداز محبت میں کوئی کمی نہیں آئی چنانچہ حضرت عامرہ کا بیان ہے کہ میرے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مرض الموت میں وصیت فرمائی" **الحدوا لی اللحدا والنصبوا علی اللبن نصبا کما صنع برسول الله**" (مسلم، کتاب الجنائز) میرے لئے لحد بنانا اور اس پر کچی اینٹ لگانا جیسے رسول اللہ ﷺ کے لئے بنائی گئی۔

امہات المومنین کی فضیلت:

محمد رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کے فضائل ومناقب قرآنی آیات اور احادیث نبویہ میں بکثرت مذکور ہیں ان میں سے ایک اہم بات یہ ہے کہ آپ کی ازواج مطہرات کو قرآن مجید میں "امہات المومنین"، تمام مومنوں کی مائیں قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے: ﴿النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾ (احزاب:۶) یعنی نبی مومنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں اور نبی کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔

﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَن تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمًا﴾ (احزاب:۵۳) اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم رسول اللہ کو تکلیف دو اور نہ یہ حلال کہ آپ کے بعد کسی وقت بھی آپ کی بیویوں سے نکاح کرو (یاد رکھو) اللہ کے نزدیک تمہارے لئے یہ بہت بڑا (گناہ) ہے۔

اس کے علاوہ قرآن کریم میں آپ کی بیویوں اور ازواج مطہرات کو "مطہرات" کے وصف سے ذکر کیا گیا ہے یعنی آپ کی ازواج اللہ تعالیٰ کے فضل خاص سے ظاہری وباطنی طور پر پاکیزہ اور صاف ستھری ہیں۔ ارشاد باری ہے: ﴿يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ﴾ (احزاب ۳۲) یعنی اے نبی کی بیویو! تم عام امتی عورتوں کی طرح نہیں ہو" مطلب یہ کہ عام عورتوں کے بالمقابل ازواج مطہرات کو کچھ امتیازی خصوصیات حاصل ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی طرح تمہیں بھی امت کے لئے ایک نمونہ بننا ہے۔

اس کے بعد ارشاد قرآنی ہے کہ

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ (احزاب:۳۳) اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو! تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دور کردے اور تمہیں خوب پاک کردے۔

اس آیت کریمہ رسول اللہ کے اہل بیت کے لئے تطہیر اور خاتمۂ نجاست کا ذکر آیا ہوا ہے اور یہ معلوم ہے کہ اہل بیت نبوی میں آپ کی بیویاں اور ازواج مطہرات داخل ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری اور عام کتب حدیث میں مروی ہے کہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کی شادی کے موقع پر آپ یکے بعد دیگرے اپنی ہر بیوی کے گھر گئے اور سب کو خطاب کرکے کہا" **السلام علیکم اهل البیت ورحمة الله**" یعنی اے اہل بیت تم پر سلام اور اللہ کی رحمت ہو۔

اللہ کے رسول ﷺ کی یہ تمام بیویاں جو امہات المومنین یعنی امت محمدیہ کی مائیں ہیں اور جنہیں احتراماً ازواج مطہرات یعنی

پاکیزہ بیویوں کے لقب سے یاد کیا گیا ہے اور جن کے ساتھ نکاح کو امت محمد یہ پر حرام کر دیا گیا ہے اس بات کی مستحق ہیں کہ امت محمد یہ کا ہر فرد اپنے دل میں ان کی عزت کو جگہ دے۔

اور یہی وجہ ہے اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے آل کے لئے صلوٰہ وسلام کے موقع پر آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے لئے بھی رحمت وسلامتی کی دعا کی جاتی ہے، اس لئے کہ وہ سب جس طرح دنیا میں اللہ کے نبی ﷺ کی پاکیزہ بیویاں تھیں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ اسی طرح آخرت میں بھی آپ کی۔

امہات المومنین اور روایت حدیث:

۱- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ۲۲۱۰ حدیثیں مروی ہیں، بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی خدمت میں حاضر ہو کر مسائل دریافت کرتے تھے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''کہ ہم لوگوں کو کوئی مشکل ایسی پیش نہ آئی جس کا عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس علم نہ ہو''یعنی ہر مسئلہ سے متعلق انہیں اللہ کے رسول ﷺ کا اسوہ معلوم تھا۔

عروہ بن زبیر کا قول ہے کہ میں نے قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ اور علم الانساب میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہ دیکھا۔

ان کی یہ خصوصیت تھی کہ جو حدیث بیان کرتیں، اکثر ان کا پس منظر اور اسباب وعلل بھی بیان کر دیتیں، محدثین نے متعدد ایسی روایات نقل کی ہیں جن میں انہوں نے دوسرے صحابہ سے اختلاف کیا ہے ان میں سے کچھ روایات یہ ہیں۔

ان کے سامنے کسی نے بیان کہ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ تین چیزوں میں نحوست ہے: عورت، گھر اور گھوڑا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ابوہریرہ نے آدھی بات سنی جب ابوہریرہ آئے تو نبی ﷺ پہلا جملہ فرما چکے تھے وہ یہ کہ ''یہودی کہتے ہیں نحوست تین چیزوں میں ہے، عورت، گھر اور گھوڑا۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم روایت کرتے تھے کہ ''مردے پر اہل خانہ کے رونے سے عذاب ہوتا ہے'' عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ روایت سنی تو اس کے ماننے سے انکار کر دیا اور فرمایا: حقیقت حال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک یہودیہ کے جنازے پر گذرے، اس کے عزیز واقارب رو رہے تھے، اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ رو رہے ہیں اور اس پر عذاب ہو رہا ہے (یعنی وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت رہی ہیں) اس کے بعد فرمایا کہ کلام مجید میں واضح ارشاد ہے ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾ (انعام:۱۶۴)

ان کے شاگردوں کی تعداد تقریباً دوسو بیان کی جاتی ہے جن میں قاسم بن محمد، مسروق تابعی، عائشہ بن طلحہ، ابوسلمۃ اور عروۃ بن زبیر بہت مشہور ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ تمام صحابۂ کرام، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا احترام اور اہل بیت رسول کا اکرام اہل سنت کے عقیدے کا جزء ہے جو شخص صحابہ کرام یا امہات المومنین میں سے کسی ایک کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوگا اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور وہ دائرہ کفر میں شمار ہوگا۔ یہ امہات المومنین اہل بیت میں شامل ہیں اور اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ صحابہ کے ساتھ بغض رکھنے والے کا ایمان واسلام سلامت نہیں رہتا اور ایسا شخص دائرہ اسلام سے باہر ہو جاتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دیگر امہات المومنین میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث ۳۷۸ ہیں۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے ۷۶ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے

۶۵ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ۶۰، حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ۱۱۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے بھی ۱۱ حدیثیں مروی ہیں۔

اسی طرح حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے ۷، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے ۵، اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے۔

امہات المومنین میں بعض فقہی مسائل اور روایت حدیث میں مرجع خلائق تھیں، صحابہ اور تابعین ان سے خوب خوب مستفید ہوتے تھے، مسجد نبوی کا وہ ستون اب تک بطور گواہ موجود ہے جہاں سے حضرت عائشہ فتوے اور دروس دیا کرتی تھیں بلکہ آپ نے تو روایت حدیث کے تعلق سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے لغزشوں کی بھی نشاندہی فرمائی۔ علامہ سیوطی اور زرکشی دونوں نے اس موضوع پر مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام "**الاصابة فیما استدرکته عائشة علی الصحابة**" ہے۔

صحابیات اور روایت حدیث:

اسماء الرجال کی کتابیں گواہ ہیں کہ صحابیات کی ایک بڑی تعداد نے حفاظت حدیث سے متعلق جو نمایاں کارنامے انجام دیئے ہیں دنیا کے کس مذہب وملت میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اگر یہ صحابیات روایت حدیث میں پیچھے رہ جاتیں تو آج اسلامی دنیا کو مسائل نسواں کی واقفیت اور معرفت نہ ہوتی۔ نکاح وطلاق کے مسائل، ازواجی وشرعی زندگی کے معاملات، عائلی مشکلات ان سے متعلق اگر ہمیں کوئی حل ملتا ہے تو وہ صحابیات کی مرویات ہیں۔

علامہ بن حجر کی احصاء کے مطابق ۱۲۵ ایسی صحابیات ہیں جنہوں نے روایت حدیث کے ذریعے حفاظت حدیث کا بیڑہ اٹھایا اور ابن حزم اپنی کتاب "**اسماء الصحابة الرواة ومالكل واحد من العدد**" میں صحابیات سے مروی احادیث کی کل تعداد ۲۵۶۰ لکھتے ہیں، صحابیات کی کثرت روایت اور ان کی خدمت حدیث کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے ۱۴۰ صحابیات کی مسانید جمع کی ہیں جن کی مجموعی ضخامت ۴۲۴ صفحات ہیں، ان میں کئی ہزار حدیثیں ہیں۔ اس طرح حافظ ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں ۳۹۸ صحابیات کا تذکرہ لکھا ہے اور اسد الغابۃ (ابن اثیر) اصابۃ (ابن حجر) میں ۵۰۰ سے زائد صحابیات کے تراجم موجود ہیں اور مشکل ہی سے کوئی صحابیہ ہوگی جن سے کوئی روایت موجود نہ ہو۔

تہذیب میں ۳۳۳ عورتوں کا تذکرہ ہے جن میں سے بیشتر صحابیات ہیں مگر ان تمام صحابیات کی روایتیں جمع کی جائیں تو ان کی مسانید کے لئے کئی جلدیں درکار ہوں گی۔

اتباع سنت کی اہمیت

اللہ رب العالمین کا فرمان ہے: "آپ کے رب کی قسم ہے لوگ مومن نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ وہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تجھے اپنا حکم نہ مان لیں، پھر آپ کے فیصلے پر وہ دلوں میں کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں اور (نہایت خوش دلی سے) اسے تسلیم کرلیں" [النساء: ۶۵]

نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت سب کی سب جنت میں جائے گی سوائے ان افراد کے جو انکار کردیں، پوچھا گیا یا رسول اللہ! (جنت میں جانے سے) کون انکار کرے گا؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگیا اور جس نے میری نافرمانی کی وہ اس نے جنت میں جانے سے انکار کردیا۔

[صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ]

توبۃ النصوح

ابھی موقع ہے توبہ کرلو دل کے داغ دھو ڈالو

● عبدالواحد انور یوسفی الاثری

انسان کی فطرت میں روز اول ہی سے خطا کا خمیر شامل ہے اور ہر انسان کے ساتھ بھول چوک، وہم ونسیان سائے کی طرح لگا ہوا ہے۔ شعوری یا غیر شعوری طور پر اس کا قدم گناہوں کے دلدل میں دھنستا رہتا ہے مگر عقلمند آدمی وہ ہے جو گناہوں پر اصرار نہیں کرتا بلکہ احساس گناہ اسے بے چین کر دیتا ہے اور وہ توبہ کر لیتا ہے اور پھر اس کا دل نور ایمانی سے منور ہو جاتا ہے لیکن بے وقوف اور بدنصیب گناہ پر گناہ کئے چلا جاتا ہے اور توبہ نہیں کرتا یہاں تک کہ اس کا دل گناہوں سے سیاہ ہو جاتا ہے جیسا کہ فرمایا رسول گرامی ﷺ نے ''بے شک بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نکتہ لگا دیا جاتا ہے پس اگر وہ گناہ چھوڑ دے استغفار کرے اور توبہ کرے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر (معافی مانگنے کے بجائے) دوبارہ گناہ کرے تو اس کے دل کی سیاہی زیادہ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ وہ سیاہی اس کے دل پر غالب آجاتی ہے۔ (یعنی اس کا دل مکمل سیاہ ہو جاتا ہے) اور یہ وہ رنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ مطففین میں کیا ہے۔ یوں نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے زنگ (چڑھ گیا) ہے۔ (جامع ترمذی)

اور مسند احمد کی ایک روایت ہے پس اگر وہ (گناہ سے) توبہ کرلے، گناہ چھوڑ دے اور استغفار کرے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ گناہ میں بڑھتا چلا جائے تو سیاہی بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کے سارے دل پر چھا جاتی ہے، یہی وہ زنگ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔

اس حدیث میں دو قسم کے انسانوں کا تذکرہ ہے ایک وہ خوش نصیب ہے جو گناہوں کے بعد توبہ کر لیتا ہے۔ دوسرا وہ بدبخت ہے کہ اسے توبہ کی توفیق نہیں ملتی اور گناہوں سے اس کا دل بالکل ناکارہ اور زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ اللہ ہمیں توبہ کرنے والا بنائے تاکہ ہم بصداق فرمان رسول اللہ ﷺ گناہ کر کے بھی گناہوں کے وبال سے محفوظ رہیں۔ **"التائب من الذنب کمن لا ذنب له"** (مسلم) گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

اللہ بڑا حلیم و بردبار ہے اگر انسان سے بار بار گناہ سرزد ہو تو بھی وہ رحم وکرم کا معاملہ فرماتا ہے اور اس کی خطاؤں کو بخش دیا کرتا ہے شرط یہ ہے کہ آدمی وہ گناہ چھوڑ دے اسے اپنے گناہ پر شرمندگی اور پشیمانی ہو اور آئندہ گناہ کے نہ کرنے کا عہد و پیمان ہو، اگرچہ وہ عہد و پیمان پر قائم نہ رہ سکے، دوبارہ سہ بارہ گناہ کر بیٹھے پھر بھی اللہ جل شانہ اسے اپنے دامن عفو میں جگہ دیتا ہے۔ نبی ﷺ اپنے رب سے بیان فرماتے ہیں کہ

"اذنب عبدی ذنبا فقال اللھم اغفر لی ذنبی وقال تعالیٰ وتبارک اذنب عبدی ذنبا فعلم ان له ربا یغفر الذنب ویاخذ بالذنب ثم عاد فاذنب،

فقال ای رب! اغفر لی ذنبی، فقال تعالیٰ وتبارک: عبدی اذنب ذنبا فعلم ان له ربا یغفر الذنب ویاخذ بالذنب ثم عاد فاذنب، فقال ای رب اغفرلی ذنبی فقال تعالیٰ وتبارک اذنب عبدی ذنبا فعلم ان له ربا یغفر الذنب ویاخذ بالذنب اعمل ماشئت فقد غفرت لك،(قال عبدالاعلی لا ادری قال فی الثالثة او الرابعة) اعمل ماشئت"۔ (مسلم کتاب التوب)

کوئی بندہ گناہ کرتا ہے پھر کہتا ہے اے اللہ! میرے گناہ بخش دے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ معاف بھی کرسکتا ہے اور اس پر مواخذہ بھی کرسکتا ہے، اس کے بعد اس نے ایک اور گناہ کیا پھر توبہ کرتے ہوئے کہا اے میرے رب! میرا گناہ معاف فرما، تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے گناہ کا ارتکاب کیا پھر اسے معلوم ہوا کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ معاف بھی کرسکتا ہے اور اس پر مواخذہ بھی کرسکتا ہے، پھر اس نے ایک اور گناہ کیا اور پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے ہوئے کہا اے میرے رب! میرا گناہ معاف فرما تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے گناہ کا ارتکاب کیا پھر اسے معلوم ہوا کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ معاف بھی کرسکتا ہے اور اس کی وجہ سے گرفت بھی کرسکتا ہے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے) تو جو چاہے کر میں نے تجھے معاف کردیا، عبدالاعلیٰ راوی کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ تیسری یا چوتھی مرتبہ کہا کہ (**اعمل ماشئت**) تو جو چاہے کر۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ اگر کسی مسلمان سے گناہ سرزد ہوگیا، اس نے توبہ کرلیا پھر گناہ ہوگیا پھر خالص توبہ کرلیا پھر گناہ ہوگیا پھر خالص توبہ کرلیا، اس طرح ایک مسلمان خالص توبہ کرتا رہے اور بتقاضائے بشریت عہد و پیمان ٹوٹتا رہے مگر احساس گناہ اسے توبہ پر آمادہ کرتا رہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے معاف کرنے سے نہیں اکتاتا، ہاں شرط یہ ہے کہ توبہ میں اخلاص بھی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کے حالات سے واقف ہے۔

توبہ واستغفار کی ترغیب میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں قرآن کے بھی نص موجود ہیں اس لئے ہر مسلمان کی یہ اولین ترجیح ہونی چاہئے کہ گناہ سرزد ہونے پر فوراً توبہ کرلے توبہ اگر خالص ہوتی ہے تو دل کے داغ بلکہ گناہوں کے دفتر دھوڈالتی ہے اور بدیوں کو نیکی کے قالب میں ڈھال دیتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: **"کل بنی آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون"** (ترمذی) حضرت آدم علیہ السلام کی ساری اولاد خطاکار ہے اور خطاکاروں میں سب سے بہتر وہ ہیں جو سب سے زیادہ توبہ کرنے والے ہیں۔ دوسری ایک حدیث گزرچکی ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

پتہ چلا بہترین گنہگار یا خطاکار وہ شخص ہے جو گناہوں کے ارتکاب کے بعد اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے عذاب سے بچنے کے لئے فوراً اس سے معافی کررکھا ہے، ﴿إِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ﴾ (طٰہٰ:۸۲) بے شک میں انہیں بخشنے والا ہوں جو صدق دل سے توبہ کرلیں۔ بلکہ توبہ کرنے والوں کو اللہ کی رحمت ڈھونڈھتی رہتی ہے جیسا کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: **"ان اللہ عزوجل یبسط یده باللیل لیتوب مسئی النهار، ویبسط یده بالنهار لیتوب مسئی اللیل حتی تطلع الشمس من مغربها"** (مسلم کتاب التوبة) بے شک اللہ تعالیٰ اپنا دست

رحمت رات کے وقت پھیلاتا ہے تاکہ دن میں گناہ کرنے والے لوگ توبہ کرلیں اسی طرح دن میں بھی اپنا دست رحمت دراز کرتا ہے تاکہ رات میں گناہ کرنے والے توبہ کرلیں (اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا) جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔ مغرب سے سورج کا طلوع ہونا قرب قیامت کی ایک بڑی نشانی ہے اس نشانی کے ظاہر ہونے کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا۔

برادران اسلام! ہمارا ایمان ہے کہ قرب قیامت کی یہ بڑی نشانی جب وقوع پذیر ہوگی تو ہمیشہ کے لئے توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا اور قیامت قریب ہے، ہم قیامت یا قرب قیامت کی نشانیوں کا انتظار کیوں کریں کیونکہ قیامت تو بدترین لوگوں پر قائم ہوگی آیئے آج ہی ہم صدق دل سے توبہ کرلیں کیونکہ توبہ قبول کرنے والے کی رحمت خاص ہماری تلاش میں ہے جسے اس نے توبہ قبول کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے مگر سورج مغرب سے طلوع ہونے کے بعد وہ توبہ قبول نہیں کرے گا، اور اس وقت بھی وہ توبہ نہیں قبول کرتا جب بستر مرگ میں اکھڑتی سانسوں کے درمیان انسان پچھتاتا اور توبہ کرتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ حَتَّى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّيْ تُبْتُ الآنَ﴾ (النساء: ۱۸) ان کی توبہ (قابل قبول) نہیں جو برائیاں کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجائے تو کہہ دے کہ میں نے اب توبہ کی۔

اس مفہوم کی وضاحت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے: "**ان اللہ یقبل توبۃ العبد مالم یغرغر**" (ترمذی باب التوبۃ) اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک اسے موت کا اچھو نہ لگے یعنی جانکنی کے وقت کی توبہ قبول نہیں کرتا۔

مندرجہ بالا نصوص کی روشنی میں ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہئے اور قبل اس کے کہ توبہ کا دروازہ بند ہو ہمیں سچے دل سے خالص توبہ کرلینا چاہئے اور توبہ کے دروازے کے بند ہونے کی دو شکلیں ہیں:

پہلی شکل یہ ہے کہ ہم گناہ کے بعد فوراً توبہ کرلیا کریں اسے موخر نہ کریں بڑھاپے پر نہ ٹالیں یا حالت نزع کا انتظار نہ کریں کیونکہ بستر مرگ پر اکھڑتی سانسوں کے درمیان توبہ کریں تو کوئی فائدہ نہیں کیونکہ توبہ کا دروازہ بند ہوچکا ہے۔

دوسری شکل یہ ہے کہ قرب قیامت کی بڑی نشانی وقوع پذیر ہوگی اور سورج مغرب سے طلوع ہوگا اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا۔

مغرب سے سورج کے طلوع ہونے پر پورے انسانیت کے لئے توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا اور پھر توبہ واستغفار کا موقع نہیں رہے گا مگر بستر مرگ پر فرداً فرداً سب کے لئے توبہ کا دروازہ بند ہوتا ہے مرنے والوں کو دیکھ کر ہم عبرت پکڑیں اور موت کے آنے سے پہلے پہلے توبہ کریں اور ہمیں پتہ بھی نہیں کہ موت کب آئے گی اس لئے موجودہ زندگی کو غنیمت سمجھیں اور توبہ کرنے میں تاخیر نہ کریں ورنہ ایک دن فرشتہ اجل موت کی گھنٹی بجادے گا اور ہم کف افسوس ملتے رہ جائیں گے ابھی موقع ہے چلتی سانسوں کو غنیمت سمجھیں اور صدق دل سے توبہ کرلیں۔

ابھی موقع ہے توبہ کرلو دل کے داغ دھوڈالو
بھروسہ زندگی کا کچھ نہیں دنیا کے متوالو

☆☆☆

اسلامیات

اتحاد رحمت ہے

● ابویاسر سنابلی

مذہب اسلام خالق کائنات کا بہترین اور پسندیدہ دین ہے، اسکی ایک اہم اور بنیادی تعلیم اتحاد و اجتماعیت ہے، یہ اولاد آدم کو متحد دیکھنا چاہتا ہے اور اختلاف و انتشار کو زہر تصور کرتا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ سب لوگ مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور اختلاف نہ کرو (آل عمران ۱۰۳) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اختلاف و انتشار سے بار بار روکا ہے اور اس کے برے نتائج سے بھی خبردار کیا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا،اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ اور آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے، تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (انفال ۴۶)

اسلام لوگوں کے دلوں کو جوڑنے کے لئے آیا ہے اس نے ایسے لوگوں کو ایک دوسرے سے قریب کر دیا جن کے درمیان سالوں سے دوریاں چلی آ رہی تھیں۔ وہ یہ نہیں چاہتا کہ اس کے متبعین کے تعلقات میں کسی طرح کا نقص واقع ہو، اسی لئے اس نے اس مسلمان کو سب سے اچھا قرار دیا ہے جو لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور لوگوں کی مشکلات پر صبر کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "**المومن الذی یخالط الناس ویصبر علی اذاهم افضل من المومن الذی لا یخالط الناس ولا یصبر علی اذاهم**" (مسند احمد بن حنبل حدیث نمبر ۵۰۲۲) یاد رہے اختلاف و انتشار ہر دور میں برا رہا ہے اور انجام بھی خراب منتشر امت کبھی بھی ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتی اختلاف و انتشار سے اللہ کی رحمت بھی دور ہو جاتی ہے اور عذاب الٰہی منتشر اقوام کا مقدر ہوتی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: "**الجماعة رحمة والفرقة عذاب**" جماعت رحمت ہے اور اختلاف و انتشار عذاب ہے۔ (الصحیحہ حدیث نمبر ۶۶۷)

الجماعة سے مسلمانوں کی جماعت مراد ہے اور اس میں صحابہ کرام اور قیامت تک ان کے نقش قدم پر چلنے والے تمام لوگ مراد ہیں ان کی پیروی کرنا ہدایت اور ان سے اختلاف کرنا گمراہی ہے۔

کتاب و سنت میں جماعت کو لازم پکڑنے اور اتحاد و اجتماعیت پر کافی زور دیا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ م بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ،وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ اور جو شخص ہدایت کے واضح ہو جانے کے باوجود بھی رسول کے خلاف کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے ہم اس کو ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہوا اور دوزخ میں ڈال دیں گے جو پہونچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے (النساء ۱۱۵)

نبی ﷺ نے صحابہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: **اوصیکم**

بتقوی الله والسمع والطاعة وان تأمر عليكم عبد حبشي انه من يعش منكم فسيرى اختلافا كثيرا فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضو عليها بالنواجذ اياكم ومحدثات امور فان كل بدعة ضلالة" میں تمہیں اللہ کے تقویٰ اور سمع وطاعت کی وصیت کرتا ہوں اگر چہ تم پر کوئی حبشی غلام امیر مقرر ہو جائے۔ تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے پس تم میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقے کو لازم پکڑنا ان کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا اور دین میں نئے نئے کام (بدعات) ایجاد کرنے سے بچنا اس لئے ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ابوداؤد کتاب السنۃ) امت مسلمہ کے سارے افراد ایک دیوار کی مانند ہیں ان کے آپسی اتحاد میں دراڑ نہیں پیدا ہونا چاہیئے

نبی ﷺ نے فرمایا: **المومن للمومن كالبنيان يشد بعضه بعضا** ایک مومن دوسرے مومن کے لئے دیوار کے مانند ہے جس کے بعض حصے بعض کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ) سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں جس طرح دیوار کی ایک اینٹ دوسرے اینٹ سے مل کر مضبوط ہو کر ایک قلعہ بن جاتی ہے اسی طرح ملت اسلامیہ ایک قطعہ ہے جس کی ایک اینٹ ایک ایک مسلمان ہے، یہ قلعہ اس وقت مضبوط ہے جب تک ایک اینٹ دوسرے اینٹ سے ملی ہوئی ہے جب یہ اینٹ اپنی جگہ سے کھسک جائے تو پورا قلعہ زمیں بوس ہو جائے گا۔ ایک حدیث میں مسلمانوں کے باہمی محبت اور الفت کی مثال ایک جسم سے دی گئی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: **مثل المومنين في توادهم وتراحمهم كمثل الجسد الواحد اذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالحمى والسهر** مومنوں کی مثال آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے اور رحم کرنے میں ایک جسم کی طرح ہے کہ جب جسم کے ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بخار کا شکار ہو جاتا ہے اور بیدار رہتا ہے۔ (بخاری کتاب الادب) چند لوگ ایک ساتھ رہتے ہیں بتقاضائے بشریت ان میں رنجش ہونا یقینی بات ہے اسلام نے اس کی بھی رعایت کی ہے اور حکم دیا ہے کہ تین دن کے اندر اپنے معاملات کو سلجھا لیا جائے اور اختلاف کو دراز نہ کیا جائے۔ مذہب اسلام نے لوگوں کے درمیان اتحاد پیدا کرنے اور ان کے دلوں کو باہم ملانے کے لئے جھوٹ جیسے کبیرہ گناہ کو بھی جائز قرار دیا ہے، چنانچہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: **ليس الكذاب الذي يصلح بين الناس فينمي خيرا او يقول خيرا** وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے، پس وہ بھلائی کی بات دوسروں تک پہنچاتا ہے یا بھلائی کی بات کہتا ہے۔ (بخاری باب ليس الكاذب الذي يصلح بين الناس) شریعت اسلامیہ نے صرف اتحاد کا حکم ہی نہیں دیا بلکہ اس کی بنیاد بھی بتا دی کہ قرآن و سنت کی اتباع کے بغیر اتحاد ممکن نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد ہے: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ اگر کسی بات میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف فیصلہ لوٹاؤ۔ (النساء:۵۹)

ابن ابی العز الحنفی نے شرح العقیدۃ الطحاویۃ میں لکھا ہے کہ اصول وفروع سے متعلق جن امور میں امت کا اختلاف واقع ہے

اگر اسے اللہ اور اسکے رسول کی طرف نہیں لوٹایا جائے تو حق واضح نہیں ہوگا۔ (شرح العقیدۃ الطحاویۃ ص ۵۸۰ بحوالہ تنبیہ اولی الابصار الی اکمال الدین وما فی البدع من الاخطار ص ۷۱)

مزید آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **لتسون صفوفکم او لیخالفن اللہ بین وجوھکم** لوگو تم اپنی صفیں ضرور سیدھی اور درست کر لو ورنہ اللہ تمہارے درمیان مخالفت ڈال دے گا۔ (بخاری کتاب الاذان) آج مساجد میں سنت کے مطابق صف بندی کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا جس کا نتیجہ سامنے ہے کہ ملت اسلامیہ اختلافات کے دل دل میں پھنسی ہوئی ہے سنت نبوی ﷺ درحقیقت اللہ کا تیار کیا ہوا ایسا قلعہ ہے جو اس میں داخل ہوگا وہ ہر قسم کے اختلافات سے محفوظ رہے گا بروز قیامت عامل سنت کے چہرے روشن اور تروتازہ ہوں گے اور اختلاف و انتشار اور بدعتیں ایجاد کرنے والے اس دن روسیاہ ہوں گے چنانچہ عبداللہ بن عباسؓ قرآنی آیت يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ (آل عمران ۱۰۶) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جن کے چہرے چمکدار ہوں گے وہ عامل سنت اور جماعت کے ساتھ کے رہنے والے لوگ ہیں اور جو روسیاہ ہوں گے وہ اہل بدعت اور فرقہ بندی کرنے والے ہیں۔

لیکن برا ہو ان خود ساختہ دانشوران کا جو ان روشن ہدایات کے باوجود اتحاد ملت کے لئے سیکولر فارمولے پیش کرتے ہیں کہ اپنی اپنی کرتے رہو بس ملت کے مفاد کے لئے یکجا ہو جاؤ اور افسوس ان مفاد پرستوں پر ہے جن کو اتحاد کی راہیں اور طریقے سب معلوم ہیں لیکن اسی سیکولر ذہنیت کے پیچھے بھاگتے رہتے ہیں ان کی ہر دعوت پر آمنا وصدقنا کہتے ہیں اور حقیقی چیز بیان کرنے میں حد سے زیادہ مصلحت پسندی کا ثبوت دیتے ہیں ایسے لوگوں کو اپنے ذاتی مفادات عزیز ہوتے ہیں ان کو ملت اور جماعت سے کچھ لینا دینا نہیں ہوتا اس قسم کے افراد ملت اور جماعت کے حق میں مضر ہیں۔ واضح ہو کہ حقیقی اتحاد پیدا کرنے کے لئے شریعت اسلامیہ نے یہ بھی ضروری قرار دیا ہے کہ گروہ بندی، حزبیت، علاقائی نسلی تعصب، تکبر وانانیت، عیاری ومکاری، نفس پرستی وخود غرضی وغیرہ تمام مہلک بیماریوں سے اجتناب کیا جائے اور صحیح معنوں میں قرآن وسنت کی پیروی کی جائے اور انہیں دونوں عظیم بنیادوں پر ملت اسلامیہ کو متحد کیا جائے۔

بڑی دکھ کی بات ہے کہ وہ امت جس نے لوگوں کو اتحاد کا سب سے عمدہ تصور دیا تھا آج باہم دست وگریباں ہے جس کی وجہ سے اس کی طرف اغیار کی للچائی ہوئی نگاہیں اٹھ رہی ہیں اور جسد واحد کا خطاب رکھنے والی یہ امت مسلمہ اپنے اختلافات میں مگن ہے سچ کہا اقبالؒ نے۔

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے
صفِ کج دل پریشاں سجدہ بے ذوق
کہ جذبہ اندروں باقی نہیں ہے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کتاب وسنت کی روشنی میں اپنے اختلافات حل کرنے کی توفیق بخشے آمین

☆☆☆

آئینہ ایام

جاہلیت کی طرف بڑھتے قدم کو روکو

● عبیداللہ سلفی

آپ نے بارہا اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا ہوگا کہ پرندہ اپنے گھونسلے میں، جانور اپنے باڑے میں حتی کہ کتے اور بلی اپنے بچوں سے کس طرح پیار کرتے، اپنے پیٹ اور پیٹھ پر سلاتے اور دشمن کے خوف سے پردوں سے ڈھانک کر اور مخالف پر حملہ کرکے اپنے بچوں کی حفاظت کرتے ہیں ایک چھوٹی سی ذات مرغی کی ہے، اس کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو آپ نے اس کے اردگرد منڈلاتے دیکھا ہوگا جیسے ہی اپنے دشمن باز، چیل یا کوّے کو دیکھتی ہے ایک آواز دے کر دشمن سے خبردار کرتی ہے اس کے چھوٹے چھوٹے بچے اپنی ماں کی زبان کی طرح سمجھتے ہیں یہ بھی اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے دوڑتے ہوئے اپنی ماں کے پروں میں سما جاتے ہیں، اگر کبھی ایسی مرغی کا سامنا بلی سے ہوجائے تو اس کی ممتا جاگ اٹھتی ہے اور اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر بچوں کو پیچھے کرکے بلی سے مقابلہ کے لئے تیار ہوجاتی ہے جبکہ اسے یہ اچھی طرح پتہ ہے کہ ایک ہی جست میں بلی اسے اپنا شکار بنا سکتی ہے لیکن جیتے جی اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے بچوں کی ہلاکت اسے برداشت نہیں۔

لیکن افسوس ہے اس مہذب اور ترقی یافتہ دنیا میں بسنے والی اس مخلوق پر جو اس پوری کائنات میں سب سے زیادہ عقلمند اور باشعور گردانی جاتی ہے جسے آدمی اور انسان کہا جاتا ہے یہ انسان جس کی عقل وخرد اور علم وشعور کے سامنے ساری مخلوقات درماندہ نظر آتی ہے یہ آخر اتنی ذلیل اور گندی حرکتیں کیوں کرنے لگا کہ اپنے ہی خون، پانی سے وجود میں آنے والی مخلوق صنف نازک یعنی بچیوں کو دنیا میں آنے سے پہلے ہی قتل کردیتا یا کرادیتا ہے اس وقت نہ تو باپ کی شفقت پدری نظر آتی ہے اور نہ ہی ماں کے دل میں ممتا کا وہ جذبہ دیکھنے کو ملتا ہے جس کی محبت کی مثالیں دی جاتی ہیں۔

آیئے ذرا ہم اپنے ملک ہندوستان کے مختلف علاقوں سے آنے والی خبروں کا جائزہ لیں جہاں سالانہ اتنے زیادہ اس طرح کیس ہوتے ہیں جس کا اندازہ لگانا مشکل ہے، اس اس طرح کی خبریں جو پرنٹ میڈیا یا الکٹرانک میڈیا کے ذریعہ لوگوں تک پہنچتی ہیں یہ تو بہت کم ہیں، اندرون خانہ ایسے کتنے ہی واقعات وقوع پذیر ہوتے ہیں جس کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا جبکہ ایسا کرنا مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے نزدیک سخت قانونی جرم ہے۔ لیکن قانون کی سختی کے باوجود اس میں کمی کے بجائے روز بروز اضافہ ہورہا ہے حالیہ کچھ مہینوں میں مہاراشٹر کے کئی اضلاع میں کچھ ایسے ڈاکٹر اور ہاسپٹل کا انکشاف ہوا جہاں باقاعدہ اس طرح کے سینٹر

قائم تھے جہاں بڑی آسانی سے جنس کی معلومات حاصل کر کے بچیوں کو دنیا میں آنے سے پہلے ہی قتل کر دیا گیا، یہ انسانیت کے چہرے پر کتنا بدنما داغ ہے جس پر حیوان بھی شرمسار ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون سے عوامل واسباب ہیں جو انسان کی فطرت سے بغاوت پر ابھارا کر ایسی انسانیت سوز حرکت کرنے اور اتنے بڑے جرم کے انجام دینے پر آمادہ کرتے ہیں۔

ان عوام واسباب کو جاننے کے لئے ہمیں پیچھے مڑ کر اس دور کی طرف دیکھنا پڑے گا جسے دنیا دور جاہلیت سے تعبیر کرتی ہے اس معاشرے کی طرف دیکھنا پڑے گا جسے دنیا جاہلی معاشرہ کہتی ہے۔آخری نبی حضرت محمدﷺ کی بعثت سے پہلے جزیرۃ العرب کے ان قبائل کی طرف نظر ڈالنی پڑے گی جہاں کچھ قبیلوں میں لڑکیوں کی پیدائش کے سلسلے میں یہ تصور پایا جاتا تھا کہ یہ نحوست کی علامت ہیں اس لئے وہ اپنی بچیوں کو ذلت ورسوائی کے خوف سے زندہ گور کر دیا کرتے تھے، بچیوں اور لڑکیوں کی پیدائش پر ایسے لوگوں کی ذہنیت پر نقشہ قرآن مجید نے یوں کھینچا ہے:

﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ٥يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَى هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ٥﴾ (نحل:۵۸-۵۹)

ترجمہ: ان میں سے جب کسی کو لڑکی ہونے کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے، اس بری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے، سوچتا ہے کہ کیا اسے ذلت کے ساتھ لئے ہوئے ہی رہے یا اسے مٹی میں دبا دے، آہ! کیا ہی برے فیصلے کرتے ہیں۔

شدت غم اور حزن وملال سے ایسے شخص کا برا حال ہو جاتا جس کو یہ خبر دی جاتی کہ تمہارے یہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے پھر وہ اس فکر میں رہتا ہے کہ کس طرح اسے پیوند خاک کیا جائے اور اپنے آپ کو ذلت ورسوائی سے بچایا جائے۔

عربوں کی اس ذہنیت کے پس پردہ جو اسباب تھے اسے بھی جان لینا ضروری ہے کہ وہ ایسا عمل قبیح اور جرم عظیم کیوں کرتے تھے؟ مورخین کی تشریح کے مطابق دور جاہلیت میں اس فعل شنیع کا جو سب سے بڑا محرک تھا وہ یہ کہ ان کے یہاں لڑائیوں کی کثرت تھی، باہم خونریزیوں کا بازار گرم رہتا، غالب قبیلے کے لوگ مغلوب قبیلے کی خواتین کی عزت وعصمت لوٹ لیا کرتے تھے، بے حیائی، اور بے شرمی، زنا کاری وبدکاری کا عالم یہ تھا کہ ایسی سیاہ کاری پر نوجوانوں کو فخر حاصل ہوتا اور اسے اپنے کارناموں کا اہم جز سمجھتے تھے اور اپنی نجی محفلوں میں بڑے فخر سے بیان کرتے تھے۔

ایسے حالات میں آفتاب اسلام کی شعاعیں جزیرۃ العرب میں نمودار ہوتی ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے جاہلی معاشرے کا یہ گھناؤنا جرم نہ صرف ختم ہوتا ہے بلکہ جن ہاتھوں سے یہ فعل سرزد ہوا تھا وہ تائب ہو کر دربار رسالت میں اپنی ان ذلیل حرکتوں پر نادم ہوتے اور آئندہ کے لئے ایسا جرم نہ کرنے کا عہد کرتے ہیں مسند دارمی کے حوالے سے یہ واقعہ پڑھئے۔ایک آدمی حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہﷺ! میری ایک بیٹی تھی جو مجھ سے بہت زیادہ مانوس تھی، میں اسے بلاتا تو وہ دوڑتی دوڑتی میرے پاس آتی، ایک روز میں نے اسے بلایا اور اپنے ساتھ لے کر چل پڑا،

راستہ میں ایک کنواں آیا تو میں نے اس اس میں دھکا دے دیا، اس کی آخری آواز جو میرے کانوں میں پڑی وہ یہ تھی، ہائے بابا، ہائے بابا یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، لوگوں نے اس آدمی کو بات کرنے سے روکنا چاہا تو آپ نے فرمایا: اسے مت روکو جس بات کا اسے شدید احساس ہے اس کے بارے میں سوال کرنے دو۔ واقعہ سننے کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا: ''جاہلیت میں جو کچھ ہوگیا اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرمادیا، اب نئے سرے سے زندگی کی ابتداء کرو۔

اسلام نے لڑکیوں کی پیدائش کو باعث رحمت بتایا ان کی پرورش پر جنت کا مژدہ سنایا، جہنم سے بچنے اور اس کے عذاب سے محفوظ رہنے کا ذریعہ بتایا۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ''میرے پاس ایک مسکین عورت آئی اس نے اپنی دو بچیاں گود میں اٹھا رکھی تھیں (میرے پاس اس وقت صرف تین ہی کھجوریں تھیں) میں نے وہ اس محتاج عورت کو دے دیں، اس نے ایک ایک کھجور اپنی بچیوں کو دیا اور باقی ایک اپنے پاس رکھ لی، جب اس نے اپنے حصہ کی کھجور کھانے کے لئے منہ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو دونوں بچیوں نے ماں سے وہ بھی مانگنا شروع کردیا۔ ماں خود بھی بھوکی تھی مگر اس کے باوجود اس نے اپنے حصے کی کھجور کے دو ٹکڑے کئے اور دونوں بچیوں میں تقسیم کردئے (حضرت عائشہ فرماتی ہیں) مجھے اس عورت کا اولاد کے لئے ایثار کا یہ جذبہ بڑا پسند آیا اس کے جانے کے بعد جب اللہ کے رسول ﷺ گھر تشریف لائے تو میں نے آپ کو سارا واقعہ بتایا، آپ نے سن کر ارشاد فرمایا: **"ان اللہ قد اوجب لها بها الجنة او اعتقها بها من النار"** بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کی وجہ سے اس کے لئے جنت واجب فرمادی، یا یہ فرمایا کہ ''اس کے اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے جہنم سے آزاد کردیا۔ (مسلم)

ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم اس عورت پر تعجب کررہی ہو یہ عورت (اپنی بیٹیوں سے حسن سلوک کی وجہ سے) جنت میں جائے گی''۔ (ابن ماجہ، کتاب الادب)

یہ اور اس جیسی بہت ساری احادیث ہیں جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے لڑکیوں کی پیدائش کو باعث رحمت اور ان کی صحیح تربیت کو جنت میں دخول کا سبب بتایا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنے اسوے سے بھی یہ ثابت فرمایا کہ بیٹی باپ کے نزدیک کتنی محبوب اور لاڈلی ہوتی ہے آپ کا معمول تھا کہ جب آپ کسی سفر پر روانہ ہوتے تو سب سے اخیر میں اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملتے اور جب سفر سے واپسی ہوتی تو سب سے پہلے ملاقات کا شرف حضرت فاطمہ ہی کو حاصل ہوتا جب کبھی وہ اپنے باپ سے ملنے آتیں تو آپ کھڑے ہوجاتے، ان کی پیشانی کو بوسہ دیتے، اپنی جگہ سے ہٹ کر بیٹی کو اپنی جگہ پر بٹھاتے۔

آپ کی انہیں تعلیمات کا یہ نتیجہ تھا کہ ۲۳ رسال کی قلیل مدت میں عربوں کی ذہنیت یکسر تبدیل ہوگئی وہ جن بچیوں کی پیدائش اور پرورش کو اپنے لئے باعث ننگ و عار سمجھتے تھے ایک دور ایسا بھی آیا کہ لڑکیوں کی پرورش کے لئے مسابقت کرنے لگے۔ حضرت حمزہؓ

جب غزوہ اُحد میں شہید کردیئے گئے تو ان کی ایک بیٹی امامہ کے پرورش کی بابت حضرت زیدؓ، حضرت علیؓ اور جعفر طیارؓ نے نبی کے حضور اپنے اپنے دلائل پیش کئے، حضرت زیدؓ کہنے لگے، حمزہؓ مواخات میں میرے بھائی تھے اس لئے لڑکی پرورش کے لئے مجھے ملنی چاہئے، حضرت علیؓ نے کہا، لڑکی میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس نے مکہ سے مدینہ تک ہودج فاطمہ میں سفر کیا ہے، حضرت طیارؓ نے کہا: لڑکی میرے چچا کی لڑکی ہے، اور اس کی خالہ میری بیوی ہے، آپ نے فیصلہ حضرت جعفر طیار کے حق میں ارشاد فرمایا: خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔ (رحمۃ للعالمین ص۸۳ بحوالہ صحیحین) یہ تو تھے عربوں کے حالات اور نبی رحمت کی آمد کے ساتھ رونما ہونے والے انقلابات۔

ہمارے ملک ہندوستان میں بھی کسی نہ کسی شکل میں یہ جاہلیت پائی جاتی رہی ہے، ہندو مذہب میں یہ عورت ہمیشہ افراط و تفریط کا شکار رہی ہے، کہیں اسے دیویوں کا درجہ دے کر اس کی پوجا کی گئی اور کہیں اسے شودر اور اچھوت گردانا گیا اس کی عزت و عصمت کی کوئی ضمانت نہ تھی، عورتوں کو جوئے میں ہار جانا ایک معمولی بات تھی عورتوں کو ان کے حقوق خاص کر وراثت سے محروم رکھا گیا ان کے سرپرستوں نے ان کی شادیوں کے موقعہ پر کچھ خرچ کر کے نیز رسم تلک ادا کر کے یہ سمجھ لیا کہ ہم نے لڑکی کا حق ادا کر دیا اس رسم تلک ادا کر کے یہ سمجھ لیا کہ ہم نے لڑکی کا حق ادا کر دیا اس رسم تلک نے آہستہ آہستہ لوگوں کو ایسے مطالبات تک پہنچا دیا جس کا پورا کرنا لڑکی کے گھر والوں کے لئے دشوار سے دشوار تر ہوتا گیا نوبت بایں جارسید کہ اس کہ شدت نے خاندانوں کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا، مطالبات کے پورا نہ ہونے پر لڑکیوں کو سسرال میں ذہنی اور جسمانی اذیتوں سے دوچار ہونا پڑا اور کہیں تو درندہ صفت انسانوں نے اس صنف نازک کو نذر آتش کرنے میں ذرہ برابر دریغ نہ کیا۔

افسوس کا مقام ہے کہ مسلم امۃ جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی رہنمائی کے لئے پیدا کیا ہے بجائے یہ کہ وہ اسلامی تعلیمات کو اپنے معاشرے کی بنیاد بنائی اس نے بھی غیروں کی دیکھا دیکھی اپنے شادی بیاہ کے موقعوں پر انہیں رسوم کو انجام دینا شروع کر دیا جو وہ کرتے تھے نتیجتاً وہی ظلم وہی ظالمانہ کردار مسلم معاشرے میں بھی در آیا جس کو مٹانے اور ختم کرنے کے لئے اسلام آیا تھا۔ آج لڑکیوں کے تعلق سے وہی ظالمانہ تصور لوٹ آیا ہے جو زمانہ جاہلیت میں تھا فرق صرف اتنا ہے کہ اس وقت دنیا نے اتنی ترقی نہ کی تھی اس لئے بچی کی پیدائش کے بعد اسے ننگ و عار سمجھ کر پیوند خاک کیا جاتا تھا اور آج جدید مشینوں کے ذریعہ رحم مادر ہی میں بچے کی جنس معلوم کر کے اسے وہیں قتل کر دیا جاتا ہے یا ساقط کرا دیا جاتا ہے۔ (فنعوذ باللہ من ذلک)

ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی تعلیمات کو عام کیا جائے خاص کر مسلم معاشرے میں انسانی جانوں کے احترام کا درس دیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ اس دنیا میں جس طرح ایک مرد کو زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے اسی طرح ایک عورت کو بھی جینے کا حق حاصل ہے کیونکہ ؎

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ

☆☆☆

ثبات وعزیمت

[۱]

استقامت: فضائل اور رکاوٹیں

تحریر: فضیلۃ الشیخ مسند بن محسن القحطانی حفظہ اللہ ترجمہ: ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

استقامت کا معنیٰ ومفہوم

''استقامت'' سے مراد عقیدہ وعمل اور سلوک ہر اعتبار سے اسلام پر قائم اور اس سے وابستہ رہنا ہے، اس میں سین اور تاء سیدھے پن، عدم کجی اور راہ عبودیت سے عدم انحراف میں مبالغہ بتانے کے لئے ہے۔اور اس دور میں دین پر استقامت کے لئے ''التزام'' کی اصطلاح مشہور ہے۔

''التزام'' کے معنی کسی چیز کو لازم پکڑنے اور اس پر ہمیشگی برتنے کے ہیں اور اگر وضاحت کردی جائے تو اصطلاح میں کوئی ممانعت بھی نہیں البتہ 'استقامت' کی تعبیر ہی افضل ہے کیونکہ وہ کلام الٰہی ہے اور کلام رسول ﷺ میں وارد شرعی اصطلاح ہے جیسا کہ ان شاء اللہ آگے اس کا بیان آئے گا۔

سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کرتے ہوئے کہا: "**یا رسول الله قل لی فی الاسلام قولا لا اسال عنه احدا غیرك؟ قال** ﷺ **[قل آمنت بالله ثم استقم**" (صحیح مسلم) اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام میں کوئی ایسی بات بتائیے جس کے بارے میں آپ کے علاوہ کسی اور سے نہ پوچھوں؟ تو آپ نے فرمایا: کہو میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اسی پر جمے رہو۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "**استقیموا ونعما ان استقمتم**" (ابن ماجہ۔صحیح الجامع ۔۹۵۳) اپنے دین پر قائم رہو، اگر تم اپنے دن پر قائم رہتے تو کہا ہی اچھا ہوتا!

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "**استقم ولیحسن خلقك للناس**" (امام حاکم، ابن حبان، صحیح الجامع :۹۵۱) ثابت قدم رہو اور لوگوں کے لئے تمہارے اخلاق اچھے ہو۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو استقامت کا حکم دیا ہے جو آپ اور آپ کے متبعین سب کے لئے عام ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: ﴿**فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَن تَابَ مَعَكَ وَلاَ تَطْغَوْاْ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ**﴾ (ہود:۱۱۲) لہٰذا آپ جمے رہئے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو آپ کے ساتھ توبہ کر چکے ہیں، خبردار تم حد سے نہ بڑھنا، اللہ تمہارے تمام اعمال کا دیکھنے والا ہے۔

عنقریب ہمیں ان (درج ذیل) تعریفات کے ذریعہ معلوم ہوگا کہ ''استقامت'' کیا ہے؟ اور پھر اس کے بعد ہم سبحانہ وتعالیٰ کے دین پر استقامت کا عمومی اور شامل مفہوم واضح کریں گے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمان باری ﴿**إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا**﴾ (فصلت:۳۰) بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے'' کے بارے میں فرمایا: یعنی انہوں نے اللہ کے ساتھ شرک نہ کیا بلکہ اللہ کی توحید پر جمے رہے۔

اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: استقامت یہ ہے کہ تم امر ونہی پر جمے رہو، لومڑی کی طرح مکاری نہ کرو، یعنی اوامر

کی بجا آوری اور نواہی سے اجتناب کی پابندی کرو، اس پر ہمیشہ قائم ودائم رہو۔

اور علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں استقامت کا معنی بتاتے ہوئے فرمایا: **"استقاموا"** (جمے رہے) یعنی فرائض ادا کرتے رہے۔

اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"استقاموا" (جمے رہے) یعنی اللہ کے حکم پر قائم رہے، چنانچہ اس کی اطاعت کرتے رہے اور نافرمانی سے بچتے رہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"استقاموا" (جمے رہے) یعنی اللہ کی محبت وعبودیت پر قائم رہے، اسے چھوڑ کر دائیں بائیں التفات نہ کیا۔

امام نووی رحمہ اللہ ریاض الصالحین میں فرماتے ہیں: استقامت اللہ سبحانہ کی اطاعت پر قائم رہنے کا نام ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ مدارج السالکین میں مذکورہ چند اقوال وغیرہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

استقامت دین اسلام کے کلیات پر محیط ایک جامع لفظ ہے یعنی حقیقی صدق ووفا شعاری کی بنیاد پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے روبرو پیش ہونا، اور اس کا تعلق اقوال وافعال، احوال اور نیتوں وغیرہ سب سے ہے۔

گویا کہ امام موصوف رحمہ اللہ نے اپنی تعریف میں استقامت کی بابت ذکر کردہ تمام معانی کو شامل کر دیا ہے کہ استقامت: ایک ایسا جامع اور شامل لفظ ہے جو دین کی تمام باتوں کو محیط ہے جیسے توحید، اوامر ونواہی، فرائض کی ادائیگی، عبودیت کا تحقق، محبت الٰہی اور اطاعت شعاری ومعصیت بیزاری وغیرہ تمام امور پر قائم ودائم رہنا۔

امام بن رجب رحمہ اللہ اربعین نویہ کی شرح میں حدیث (۲۱) کے تحت فرماتے ہیں: استقامت دائیں بائیں مڑے بغیر صراط مستقیم پر گامزن رہنے کا نام ہے اور یہ چیز تمام ظاہری وباطنی نیکیوں کی انجام دہی اور تمام منہیات سے اجتناب کو شامل ہے اور اس طور پر یہ وصیت دین کی تمام خصلتوں کی جامع قرار پائی۔

شیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: استقامت اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی پیہم اطاعت وفرمانبرداری کا نام ہے۔ (ملحق التفسیر)

☆ درحقیقت اس سے واضح ہوتا ہے کہ استقامت اللہ کا وہ دین ہے جس کا اس نے حکم دیا ہے اور نبی کریم ﷺ کا طریقہ ہے۔

اسی لئے میں توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ مستقیم جیسا کہ آج اپنی زندگی میں دیکھتے ہیں اور جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ دین کا پابند ہے! ہم کہنا چاہتے ہیں کہ ہر مسلمان کی یہی طبعی اور اصلی حالت ہے کہ وہ اللہ عزوجل کے اوامر کی بجا آوری پر قائم اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری پر گامزن رہے یہی عام انسان انسان کی حالت ہونی چاہئے۔

کیونکہ مستقیم وہی ہے جو واجبات کو انجام دے، محرمات سے اجتناب کرے، اللہ عزوجل کا پیہم اطاعت گزار ہو، فرائض وواجبات کی ادائیگی کا پابند ہو اور اللہ کی حقیقی محبت وعبودیت کو ثابت کر دکھائے، یہی عام مسلمان ہے اور ہر مسلمان کی یہی اصلی حالت ہے۔

لیکن افسوس کہ آج کے دور میں ہم ''شریعت'' کے بارے میں یہ سوچتے ہیں کہ اس نے کوئی اضافی، ثانوی اور رضاکارانہ کام انجام دے دیا ہے!! اور جب ایک کوتاہ عمل، لاپروا اور حرام ومنکر اور گناہوں میں ملوث شخص کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ''یہ تو ایک عام انسان ہے''!!!

نہیں! اللہ کی قسم ہے یہ عام انسان نہیں ہے، بلکہ یہ کوتاہ عمل،

لاپروا اور بے بہرہ شخص ہے، ایسے آدمی کو عام انسان نہیں کہا جاسکتا!!

☆ چنانچہ استقامت اللہ تبارک وتعالیٰ کا مکمل دین ہے، اسی لئے جو اللہ کے دین کی پابندی اور اس کا التزام نہ کرے، وہ تغیر وتبدیلی کرنے والا ہے، اسے ایک عام انسان نہیں کہا جائے گا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مکمل دین اسلام کو استقامت سے تعبیر فرمایا ہے، ارشاد باری ہے: ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَسْتَقِيمَ﴾ (التکویر: ۲۷-۲۸)

یہ تو تمام جہاں والوں کے لئے نصیحت نامہ ہے، اس کے لئے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہئے۔

چنانچہ فرمان باری: ﴿لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَسْتَقِيمَ﴾ اس کے لئے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہئے) کا مفہوم یہ ہے کہ تم میں سے جو ایمان لانا چاہے، چنانچہ اللہ نے اسلام وایمان کی تعبیر استقامت سے فرمائی ہے۔

☆ اسی طرح استقامت نبی کریم ﷺ کا اسوہ بھی ہے، اور جو نبی کریم ﷺ کے طریقہ کی مخالفت کرے وہ بہت بڑے خطرے کے دہانے پر ہے جیسا کہ معلوم ہے، کیونکہ سب سے بہترین طریقہ نبی کریم ﷺ کا طریقہ ہے، اور بدترین امور نو ایجاد کردہ باتیں ہیں، اور ہر نو ایجاد بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے، لہٰذا طریقہ نبوی کی مخالفت کرنے والا ہر شخص عظیم خطرہ کے نشان پر ہے، اور جیسا کہ معلوم ہے کہ عمل کی قبولیت کے لئے دو اہم شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے، اخلاص اور طریقہ نبوی ﷺ کی موافقت۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ﴿وَأَنَّ هَـٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (الانعام: ۱۵۳)

اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو، دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کردیں گی، اس کا اللہ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔

لہٰذا استقامت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی راہ ہے، جو اس سے بھٹکے کا گمراہی کی راہیں اسے اچک لیں گی، لہٰذا ایسا شخص اس خطرہ کے نشان پر ہے کہ وہ اللہ کی راہ اور اس کی صراط مستقیم سے بھٹک کر گمراہی کی راہوں کی نذر ہوجائے اور ضلالت وتباہی اس کا مقدر بن جائے۔

☆ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو استقامت کا حکم دیا ہے یہ حکم آپ اور آپ کی امت سب کیلئے عام ہے، جیسا کہ معلوم ہے، چنانچہ ارشاد ہے: ﴿فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَن تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ (ہود: ۱۱۲)

لہٰذا آپ جمے رہئے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو آپ کے ساتھ توبہ کرچکے ہیں، خبردار تم حد سے نہ بڑھنا، اللہ تمہارے تمام اعمال کا دیکھنے والا ہے۔

چنانچہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو حکم دیا ہے کہ وہ استقامت اختیار کریں جیسا کہ انہیں حکم دیا گیا ہے اور اس سے دائیں بائیں مائل نہ ہوں، اور اللہ کی شریعت سے سرمو تجاوز نہ کریں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کریمہ کے بارے میں فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے اوپر اس آیت کریمہ سے زیادہ سخت آیت کوئی نازل نہ ہوئی، اسی لئے آپ نے فرمایا ہے: "**شیبتنی هود واخواتها**" (دیکھئے تفسیر بغوی وتفسیر قرطبی، صحیح الجامع: ۳۷۲۰) مجھے سورہ ہود اور اس کی بہنوں (ہم مضمون سورتوں) نے بوڑھا کردیا"۔

..........................(جاری)

تحقیقات

گود مادر کے تین گویا

● الطاف الرحمٰن سلفی

کسی اختلافی یا نزاعی مسئلہ میں قلمی یا زبانی گفتگو کرنا اس وقت زیادہ سنگین ہو جاتا ہے جب کہ وہ اس فن کے ماہرین کے مابین (بھی مختلف فیہ) ہو، بالخصوص ان شرعی مسائل میں جو وحی الٰہی سے تعلق رکھتی ہیں اور جس میں جان بوجھ کر اپنی کوئی بات ثابت کرنے کے لئے غلط طور پر وحی الٰہی کا حوالہ دینا خود جہنم میں اپنا ٹھکانا بنانا ہو۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا "**من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار** [صحیح البخاری :۱۲۹۱، صحیح مسلم:۳]

انہیں اختلافی مسائل میں سے ایک مسئلہ گود میں بولنے والے بچوں کا ہے، کہ کتنے بچوں نے اس عہد میں حکمت سے پر باتیں کیں کہ جس میں عام طور پر بچے اماں ابا بھی بولنے پر قادر نہیں ہوتے۔ دراصل اس مسئلہ میں اختلاف کی وجہ علماء کا مختلف فیہ ہونا نہیں بلکہ متعدد احادیث کا کئی طرق سے مروی ہونا ہے، جس میں سے بعض صحت میں اصح الاسانید کے درجے کو پہونچتی ہیں اور بعض اس سے کم اور بعض تو نا قابل اعتبار و استدلال کے کٹہرے میں سانس توڑ رہی ہیں۔ ذیل میں انہیں حدیثوں کا جائزہ لیا جا رہا ہے امید ہے عصبیت اور ذہن میں بٹھائی ہوئی باتو ں سے تھوڑا اٹھ کر حقیقت کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں گے اور چونکہ انسان خطاء اور نسیان کا مرکب ہے اس لئے ممکن ہے ہمارے اس حتی الامکان حقیقت تک رسائی کی کوشش میں بھی کوئی کمی باقی رہ گئی ہو تو آپ ہمیں بلا تکلف اظہار حق کے خاطر اپنا فریضہ سمجھتے ہوئے اس کی ضرور نشان دہی کریں گے۔ (**اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه**)۔

اس مسئلہ کے متعلق چار طرح کی احادیث مروی ہیں (۱) جس میں گود میں بولنے والوں کی تعداد تین مذکور ہے۔ (۲) جس میں تین کا ذکر پہلے سے کچھ مختلف ہے۔ (۳) جس میں چار کا تذکرہ ہے۔ (۴) جس میں صرف ایک کا ذکر ہے۔

(۱) اس کے تحت ذکر کئے گئے وہ بچے جنھوں نے گود میں بولے وہ عیسیٰ بن مریم، صاحب جریج اور صاحب ذوشارہ ہیں۔ [صحیح بخاری :۳۴۳۶، صحیح مسلم :۲۵۵، ومسند احمد :۸۰۷۱،۸۰۷۲، صحیح ابن حبان :۶۴۸۹، والادب للبیہقی :۷۶۴] وغیرہ میں انہیں تین بچوں کا تذکرہ ہے اور تقریباً سب میں ایک ہی جیسا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین بچوں کے سوا گود میں کسی نے بات نہیں کی۔ اول عیسیٰ علیہ السلام (دوسرے کا واقعہ یہ ہے کہ) بنی اسرائیل میں ایک عابد و زاہد آدمی تھے جن کا نام جریج تھا، وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی ماں نے ان کو آواز دی، انہوں نے (اپنے دل میں) سوچا کہ (ایک طرف ماں ہے اور ایک طرف نماز) میں والدہ کا جواب دوں یا نماز کا تسلسل برقرار رکھوں؟ (مسلم کی روایت میں ہے کہ انکی ماں تین مرتبہ آئیں)، جب کوئی جواب نہ ملا تو بے زار ہو کر دست بددعا دراز کردیں کہ اے اللہ! اس وقت تک اسے لقمۂ اجل نہ بنا جب تک یہ کسی زانیہ عورت کا منہ نہ

دیکھ لے، جریج اپنے عبادت خانے میں رہتے تھے کہ ایک مرتبہ ان کے سامنے ایک فاحشہ عورت بدکاری کی نیت سے آئی لیکن انہوں نے جب (اسکی خواہش پوری کرنے سے) انکار کردیا تو ایک چرواہے کے پاس آئی اور اس سے زنا کر بیٹھی، زنا شدہ بچہ جب پیدا ہوا تو اس زانیہ نے اسے تہمتاً جریج کی طرف منسوب کردی۔ (یہ سن کر) ان کی قوم کے لوگ آئے اور ان کا عبادت خانہ ڈھا کر انہیں نیچے اتار لائے، (موقع پا کر) خوب کونسا اور برا بھلا کہا، (ان سب کو برداشت کرتے ہوئے) آپ نے وضو کرکے نماز پڑھی پھر بچے کے پاس آئے اور اس سے اس کے باپ کے متعلق پوچھا کہ تیرا باپ کون ہے؟ (بچہ باذن الٰہی) بول پڑا کہ میرا باپ چرواہا ہے، (اس غیر قادر الکلام بچے کا معجزانہ جواب سن کر ان کی قوم بہت شرمندہ ہوئی اور تلافئی مافات کی غرض سے) کہا کہ ہم آپ کا عبادت خانہ سونے کا بنائیں گے، لیکن انہوں نے اس سے ناپسندیدگی ظاہر کرتے ہوئے مٹی ہی سے بنا نے پر اصرار کیا۔ (تیسرا واقعہ یہ ہے کہ) بنی اسرائیل کی ایک عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی کہ قریب سے ایک سوار جو نہایت خوش پوش اور عزت والا تھا گذرا، (اس کی ظاہری وجاہت وشباہت دیکھ کر) اس عورت نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! میرے اس بچے کو بھی اس جیسا بنادے، (یہ سنتے ہی) دودھ پینے میں مشغول اس بچے نے پستان سے منہ ہٹا کر اس کی طرف جوں ہی دیکھا بے ساختہ بول پڑا کہ اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنانا، پھر سینے سے لگ کر دودھ پینے لگا، راوی حدیث ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ جیسے میں اس وقت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی انگلی چوستے دیکھ کر بچے کے دودھ پینے کی کیفیت دیکھ رہا ہوں۔ پھر اس کے قریب سے ایک باندی لے جائی گئی (جسے اس کا مالک مار رہا تھا، یہ دکھ اور تکلیف دیکھ کر) اس عورت نے دعا کی کہ اے اللہ! میرے لاڈلے کو اسی جیسا بنانا، (یہ سن کر) پھر بچے نے پستان چھوڑ دیا اور کہا کہ اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنانا۔ اس عورت نے تعجباً پوچھا ایسا کیوں کہہ رہے ہو بچے؟ جواباً اس نے کہا کہ وہ سوار ظالموں میں سے تھا۔ اور باندی (جسے اس کا مالک مار رہا تھا) اسے لوگ سارقہ اور زانیہ کہہ رہے تھے حالانکہ اس نے ایسا کچھ بھی نہ کیا تھا"۔ [یہ دراصل بخاری کی حدیث کا ترجمہ ہے]۔

(۲) جس میں تین کا ذکر پہلے سے کچھ مختلف ہے: اس ضمن کی حدیثوں میں گود میں بولنے والے عیسیٰ بن مریم، صاحب جریج اور صاحب یوسف ہیں۔ (تفسیر طبری: ۱۹۱۰۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۵۳۴، اور فنون العجائب لابی سعید النقاش: ۶۴) میں یوسف علیہ السلام کے نام کی زیادتی کے ساتھ روایت مذکور ہے۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی روایت اس قابل نہیں کہ اس سے احتجاج کیا جائے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ہر ایک کا متن مع سند ذکر کردیں تا کہ وجہ ضعف بیان کرنے اور سمجھنے میں آسانی ہو۔

(۱) [تفسیر طبری: ۱۹۱۰۰] میں ہے مذکور اس طرح ہے۔

حدثنا ابو کریب قال حدثنا وکیع عن ابی بکر الهذلی عن شهر بن حوشب عن ابی هریرہ قال "عیسی وصاحب یوسف وصاحب جریج یعنی تکلموا فی المهد" یعنی عیسیٰ، صاحب یوسف اور صاحب جریج نے گود میں گفتگو کی ہے۔ اس حدیث کے ناقابل احتجاج ہونے کی وجہ اولاً یہ ہے کہ اس میں ابوبکر الهذلی راوی ایک ایسا راوی ہے جس کے ضعیف جدا ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔ [دیکھئے: تهذیب التهذیب: ج/۱۲ ص/۴۰ رقم: ۸۳۳۰] ثانیاً شہر بن حوشب راوی کا ضعیف ہونا ہے، علامہ ابن حجر عسقلانی ان کے

ترجمہ میں لکھتے ہیں" **صدوق کثیر الارسال والا وھام** " سچے تو ہیں لیکن انکی آفت بہت زیادہ مرسل روایتیں بیان کرنا اور کثیر الاوہام ہونا ہے۔ ثالثاً یہ روایت موقوف ہے جو مرفوع کے بالمقابل قطعاً حجت نہیں ہوسکتی۔ علامہ محمد جمال الدین قاسمی لکھتے ہیں کہ " **والموقوف لیس بحجة علی الاصح** " صحیح بات یہی ہے کہ موقوف لائق حجت نہیں۔ [**قوائد التحدیث من فنون مصطلح** ص:۹۹]

(۲) دوسری روایت مصنف ابن ابی شیبہ (۳۲۵۳۴) کی ہے جو اس طرح مروی ہے۔ **حدثنا ابن ادریس عن حصین عن ھلال بن یساف قال :"لم یتکلم فی المھد الا ثلاثة :عیسیٰ علیه السلام وصاحب یوسف وصاحب جریج"** گود میں بولنے والے صرف تین ہی بچے ہیں: عیسیٰ، صاحب یوسف اور صاحب جریج۔ یاد رہے کہ یہ حدیث مقطوع ہے بلکہ بقول ابن حجر مرسل ہے۔ [فتح الباری: تحت رقم:۳۴۳۶] کیونکہ ہلال بن یساف راوی ء حدیث تابعی ہیں، ان کے بارے میں امام عجلی کہتے ہیں " **کوفی تابعی ثقة** " کہ وہ کوفہ کے رہنے والے ثقہ تابعی ہیں۔ [تھذیب التھذیب محقق ۱۱/۸۷، رقم :۱٤٤] لہٰذا انکی رویت صحیح، صریح اور مرفوع روایت کے بالمقابل نا قابل احتجاج ہوگی۔ صاحب مرعاۃ رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں جو ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہری نماز سے فارغ ہو کر سوال کیا کہ ابھی تم میں سے کوئی کچھ پڑھ رہا تھا؟ تو ایک آدمی نے کہا ہاں! اے اللہ کے رسول ﷺ تو آپ نے فرمایا " **مالی انازع** "۔ (امام زہری کہتے ہیں کہ) اس کے بعد لوگ (صحابہ کرام) جہری نمازوں میں نبی ﷺ کے ساتھ قرات کرنے سے رک گئے"۔ [موطا امام مالک:۱۹۳، وابو داود :۸۲۶، وترمذی:۳۱۲، ونسائی:۹۱۹، اور صحیح ابن حبان:۱۸۴۹] آپ علماء کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں" **واذا ثبت ان قوله فانتھی الناس الخ من کلام الزھری التابعی فلا یصح الاستدلال به لان قول التابعی لیس بحجة با لاتفاق** "[مرعاۃ المفاتیح :۳/۱٦٥، رقم:۸٦۱] کہ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ " **فانتھی الناس الخ** " زہری تابعی ہی کا کلام ہے تو جان لو کہ ان کے قول سے استدلال کرنا قطعاً درست نہیں کیونکہ تابعی کا قول (نص صریح کے بالمقابل) بالاتفاق حجت نہیں۔ اور علامہ محمد جلال الدین قاسمی لکھتے ہیں " **والمقطوع .... لیس بحجة ایضا** " کہ مقطوع حجت کے قابل نہیں ہوتی۔ [قوائد التحدیث من مصطلح، ص:۱۰۰]

(۳) تیسری روایت **فنون العجائب لابی سعید النقاش** (٦٤) کی ہے۔ **اخبرنا ابوالحسن محمد بن محمود حدثنا احمد بن الخضر حدثنا محمد بن ابراھیم البوسخی حدثنا جامع بن زیاد الکریزی حدثنا عمران بن خالد حدثنا محمد بن سیرین عن ابی ھریرہ عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال "تکلم فی المھد الا ثلاثة :عیسیٰ، وصاحب جریج ،وشھد شاھد من اھلھا"** گود میں صرف تین ہی لوگوں نے بات کی ہے: عیسیٰ، صاحب جریج اور شاہد یوسف۔

اس روایت کی ایک خوبی جہاں مرفوع ہونا ہے وہیں کئی ایسی خرابیاں بھی ہیں جو اسے بھی قابل طرح کر دیتیں ہیں۔ افسوس! کہ یہ روایت بھی ضعیف جدا ہونے سے خالی نہیں، کیونکہ اس میں

ایک راوی عمران بن خالد الخزاعی نام کے ہیں جنہیں امام ابو حاتم نے ضعیف اور امام احمد نے متروک الحدیث کہا ہے جبکہ امام ابن حبان کہتے ہیں کہ:"**لا یجوز الاحتجاج به**" اس کی بیان کی ہوئی حدیثوں سے احتجاج درست نہیں ہے۔[**لسان المیزان الطبعة الهندية :۴/۳۴۵،رقم:۹۹۷،والضعفاء والمتروكين لابن الجوزي: ۲/۲۲۰ رقم: ۲۵۲۶، والمغني في الضعفاء :۲/۴۷۷ رقم :۴۵۹۳ ، ومجمع الزوائد للهيثمي :۹/۱۵**] لہٰذا یہ مرفوع روایت بھی ناقابل اعتبار ہے چہ جائے کی اسے دلیل بنا کر اپنے موقف کی تائید کی جائے۔

(۳) جس میں چار کا تذکرہ ہے: ابھی تک ان حدیثوں کا جائزہ لیا جارہا تھا جس میں یہ ثابت کیا گیا تھا کہ گود میں بات کرنے والے تین ہی بچے ہیں لیکن ذیل میں چار بچوں کے ثبوت کا جائزہ لیا جارہا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔[مستدرك حاكم :۳۸۳۵،تفسير طبري :۱۹۱۰۸،۱۹۰۹۹ دلائل النبوة للبيهقي: ۲/۳۸۹، شعب الايمان للبيهقي:۱۵۱۹،صحيح ابن حبان تحقيق الارناووط:۲۹۰٤، مسند احمد :۲۸۲۱، ۲۸۲۲، ۲۸۲۳،۲۸۲٤ اور مسند البزار:۵۰٦۷، مسند ابی یعلی : ۲۵۱۷ ، المعجم الكبير للطبرانی :۱۲۱۱۳] میں جن کا ذکر ہے وہ ابن ماشطۃ بنت فرعون، شاہد یوسف، صاحب جریج اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔تقریبا بلکہ واقعتاً مذکورہ تمام حوالوں میں انہیں بچوں کا تذکرہ کیا گیا جو مع واقعہ درج ذیل ہے۔(واضح رہے کہ مذکورہ تمام حدیثیں **حماد بن سلمه عن عطاء بن السائب عن سعيد بن جبير عن ابن عباس** کے طریق سے مرفوعا مروی ہیں)۔ابن عباس سے رویت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں ''معراج کی رات ایک خوشبو دار ہوا سے میرا گذر ہوا تو جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ خوشبو دار ہوا کیسی ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ شہزادیٔ فرعون کو کنگھا کرنے والی اور اس کے اولاد کی خوشبو ہے، نبی ﷺ نے سوال کیا کہ کس طرز عمل میں انہیں یہ مقام دیا گیا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ایک دن فرعون کی بیٹی کا وہ کنگھا کر رہی کہ اچانک کنگھا اس کے ہاتھ سے گر گیا گرتے ہی بسم اللہ کہہ بیٹھی اتنا سنتے ہی فرعون کی بیٹی (خوش ہوکر) پوچھتی ہے میرے باپ نا؟اس نے بیبا کی کے ساتھ جواب دیا کہ نہیں !وہ اللہ ہے جو میرا اور تمہارے باپ کا بھی رب ہے،اس کی بیٹی کہتی ہے میں جارہی ہوں اپنے باپ کو بتاتی ہوں جو تم کہہ رہی ہو؟ کہا ہاں !جاؤ کوئی بات نہیں،خبر ملتے ہی فرعون نے انہیں بلا کر تعجب سے پوچھا کہ کیا میرے علاوہ بھی تمہارا کوئی رب ہے؟اس نے بے جھجک کہا ہاں!ہم دونوں کا رب اللہ ہے، (یہ جرأت مندانہ جواب سن کر فرعون جھلا گیا اور اپنے حواریوں کو) ایک گڈھے میں تانبا گرم کرنے کو کہا، جب گرم ہو گیا تو انہیں مع اولاد بے دردی کے ساتھ ڈال دیئے جانے کا حکم دے دیا۔(آخری خواہش پوری کرنے کے لئے) وہ عورت فرعون سے اپنی ایک حاجت کی خواہش ظاہر کرتی ہے کہ تم میرے اور میرے بچوں کی ہڈیوں کو ایک کپڑے میں اکٹھا کر کے ہمیں دفن کر دینا۔فرعون ان کی آخری خواہش کا لاج رکھتے ہوئے اسے قبول کر لیتا ہے۔جبرئیل علیہ السلام بیان کرتے ہیں بحکم فرعون اس کے تمام بچوں ایک ایک کر کے اس کے آنکھوں سامنے ڈال دیا گیا آخر میں اس بچے کی باری تھی جو ابھی دودھ پی رہا تھا، ایسا لگا کہ جیسے وہ اس کی وجہ سے پیچھے ہٹ رہی تھی کہ بچہ بول پڑا ہے کہ اے ماں! مشقت تو ہے لیکن اپنے

آپ کو ڈال دو کیونکہ یہ تو معمولی دنیاوی عذاب ہے جو اخروی عذ اب سے حددرجہ کم ہے، (یہ سنتے ہی) اپنے آپ کو سپرد الگار کر دیا ۔ راوی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: گود میں بولنے والے چار بچے ہیں عیسیٰ بن مریم، صاحب جریج، شاہد یوسف اور شہزادی، فرعون کو کنگھا کرنے والی کا لڑکا۔ [یہ واقعہ در اصل مسند احمد سے ماخوذ ہے]

یاد رہے کہ مذکورہ حوالوں میں متکلمین فی المھد کا تذکرہ [مستدرک حاکم: ۳۸۳۵، تفسیر طبری: ۹۱۰۸، شعب الایمان للبیهقی: ۱۵۱۹) میں مرفوعا بیان کیا گیا ہے جبکہ [مسند احمد: ۲۸۲۱، صحیح ابن حبان: ۲۹۰٤، مسند البزار: ۲۷٦/۱۱، رقم: ۵۰٦۷، مسند ابی یعلیٰ: ۳۹٤/٤، رقم: ۲۵۱۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲۱۱۳، دلائل النبوة للبیهقی ۳۸۹/۲، اور تفسیر طبری: ۱۹۰۹۹] وغیرہ میں ابن عباس سے موقوفا۔

دراصل مجموعی طور پر تمام حدیثوں کا مدار حماد بن سلمۃ اور ان کے شیخ عطاء بن السائب پر موقوف ہے، لہذا معلوم ہونا چاہئے کہ حماد ایک عابد اور ثقہ راوی ہیں لیکن آخری عمر میں ان کا قوت حا فظہ خراب ہو گیا تھا۔ [تقریب التهذیب: ص/۱۷۸، رقم: ۱۹۰۹۹] اور ایسے ہی ان کے شیخ عطا بن السائب بھی صدوق تو ہیں لیکن آخیر عمر میں انہیں اختلاط ہو گیا تھا۔ [تقریب التهذیب: ص/ ۳۹۱، رقم: ۴۵۹۲] اسی لئے انکے متعلق علماء کے دو اقوال ایک ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ ابو طالب امام احمد بن حنبل کا قول بیان کرتے ہیں کہ " من سمع منه قديما كان صحيحا ومن سمع منه حديثا لم يكن بشئی "، جس کسی شخص نے ان سے پہلے حدیث سنی ہے وہ سب صحیح ہیں سوائے جو بعد میں سنی ہے، کیونکہ اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور احمد بن عبداللہ العجلی انہیں باعتبار قدیم ثقہ قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ جنہوں نے ان سے پہلے حدیثیں سنی ہیں وہ تو صحیح ہیں ... ...لیکن جنہوں نے آخری عمر میں سنی ہیں وہ مضطرب الحدیث ہیں۔ [تهذيب الكمال] جب یہ بات متحقق ہو چکی کہ عطاء بن سائب راوی کی دو متضاد حالتیں ہیں ایک اختلاط سے قبل کی حالت اور ایک اختلاط کے بعد کی حالت، تو ہم پر واجب بنتا ہے کہ اب حماد بن سلمہ کی زمانہ شاگردی دیکھیں کہ ایا انھوں نے عطاء بن سائب سے ان کے اختلاط سے قبل روایت کی ہیں یا دونو ں حالتوں میں؟۔ اس سلسلے میں عقیلی صراحت کے ساتھ کہتے ہیں کہ (ان سے) حماد بن سلمہ کا سماع اختلاط کے بعد کا ہے، ایسے ہی ان سے ابن قطان نے بیان کیا ہے۔ جبکہ یعقوب بن سفیان کا کہنا ہے کہ ان کا سماع سماع قدیم ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ علی کا یہ قول "وكان ابو عوانه حمل عنه قبل ان يختلط، ثم حمل عنه بعد، فكان لا يعقل ذا من ذا وكان حماد بن سلمه... ... انتهیٰ" نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس قصہ سے ہمیں یہ ضرور معلوم ہو رہا ہے کہ وہیب، حماد اور ابوعوانہ کی روایت اختلاط میں داخل ہے۔ [تهذيب التهذيب: ۲۰٦/۲] لہذا نتیجہ معلوم ہے لیکن ہمیں حق نہیں کہ تصحیح و تضعیف کا بار اٹھائیں جبکہ علامہ البانی رحمہ اللہ جیسے ما ہرین فن نے فیصلہ کر دیا ہو: "فلذا يتوقف عن تصحيح روايته عنه" (علامہ البانی کا رحمہ اللہ امام حاکم رحمہ اللہ کی مذکورہ حدیث کی تصحیح اور امام ذہبی کی موافقت ذکر کرنے نیز حماد بن سلمہ کا عطاء بن سائب سے حالت اختلاط اور غیر اختلاط میں سنی ہوئی روایتوں کے مابین تمیز ناممکن بتاتے ہوئے یہ کہنا:) کہ

اسی لئے مذکورہ روایت کی تصحیح میں توقف کی راہ اختیار کی جائے گی، اقرب الی الصواب معلوم ہو رہا ہے۔

چلتے چلتے یہاں ایک بات اور یاد رکھیں جسے محقق تفسیر البغوی عبدالرزاق المھدی نے "**تکلم اربعة وهم صغار ... ...الخ**" والی حدیث کے تحت کہی ہے، لکھتے ہیں کہ: "یہاں ابن سائب (عطاء) کو اضطراب ہو گیا ہے اس طور پر کہ کبھی وہ حدیث کو مرفوع روایت کرتے ہیں اور کبھی موقوف، لیکن موقوف ہی زیادہ صحیح ہے، اس پر طرہ یہ ہے کہ موقوف ہونے کے باوجود بھی غیر قوی ہے، کیونکہ (جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ) سند حدیث کا پورا مدار عطاء بن السائب کے گرد گھوم رہا ہے۔ [**تفسیر البغوی محقق: ٢/ ٤٦٧**)

قارئین! یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ مستدرک حاکم (۲/۲۹۵) کی ذیل میں ذکر کی جا رہی وہ مرفوع حدیث ہمارے لئے قطعاً حجت نہیں ہو سکتی جس پر مقلوب وغیرہ جیسا حکم لگا ہو۔ "**حدثنا ابو الطيب محمد بن محمد الشعيري، ثنا السری بن خزيمة، ثنا مسلم بن ابراهيم، ثنا جرير بن حازم، ثنا محمد بن سيرين عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "لم يتكم فی المهد الا ثلاثة : عيسىٰ ابن مريم، وشاهد يوسف وصاحب جريج وابن ماشطة بنت فرعون**" ۔علامہ البانی رحمہ اللہ [السلسلة الضعيفة والموضوعة : ٢/ ٢٧١، رقم : ٨٨٠] میں اس کے تحت لکھتے ہیں "**باطل بهذااللفظ**" اور تھوڑا آگے چل کر لکھتے ہیں کہ "**رواه هذا الحديث بهذاالاسناد باطل عندی وذلك لامرين**" یعنی مذکورہ سند سے میرے نزدیک یہ حدیث دو وجہ کی بنا پر باطل ہے۔ اول یہ کہ حدیث میں متکلمین فی المھد کا ذکر حصر میں تین ہے جبکہ تفصیل میں چار۔ ثانی یہ کی اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح [۳۲۶۹] میں اسی سند سے روایت کی ہے جو حاکم کے یہاں ہے... لیکن امام حاکم لفظ میں امام بخاری کی مخالفت کر رہے ہیں۔

مناسب معلوم ہو رہا ہے کہ اب صحابہ و تابعین کے ان تفسیری اقوال کا بھی جائزہ لے لیا جائے جس میں شاہد یوسف کو متکلم فی المھد ثابت کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ اس لئے اولاً یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جہاں کتب حدیث و تفسیر میں یوسف علیہ السلام کو متکلم فی المھد ثابت کرنے کے آثار صحابہ و تابعین موجود ہیں وہیں اس سے کہیں زیادہ **متكلم فی غير المهد** کے ثبوت میں آثار موجود ہیں۔ [دیکھئے: تفسير طبری : ١٦/ ٥٤تا٥٨ رقم :١٩٠٩٩تا١٩١٢٨] لطف تو یہ ہے کہ اس مسئلے میں خود ایک صحابی دو متضاد قول سے بری نہیں۔

فائدہ : علامہ البانی لکھتے ہیں کہ "**وقد روى ابن جرير باسناد رجاله ثقات عن ابن عباس ان الشاهد كان رجلا ذا اللحية**" وهذاهو الارجح۔ ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک ایسی حدیث روایت کی ہے جس کے رجال ثقہ ہیں کہ شاہد یوسف صاحب لحیہ (داڑھی والے) تھے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہی تمام اقوال میں راجح بھی ہے۔ [السلسلة الضعيفة والموضوعة : ٢/ ٢٧٣، رقم: ٨٨٠)

(۴) جس میں صرف ایک کا ذکر ہے: ۔ وہ اصحاب الاخدود کے ان لوگوں میں سے ہے جو ایمان باللہ کی وجہ سے آگ میں ڈالے جا رہے تھے۔ حتیٰ کی جب اس عورت کی باری آئی جو

اپنے ساتھ ایک بچہ لئے ہوئی تھی تو پیچھے ہٹ گئی، (یہ دیکھ کر) بچہ باذن الٰہی بول پڑتا کہ اے ماں! صبر کرو، (صبر کرتے ہوئے حوالہء آگ ہو جاؤ) کیونکہ تمہیں حق پر ہو (تمہاری جانی سپردگی حق کی خاطر ہے اس لئے تم ضرور عنداللہ ماٴجور ہونگیں)۔[دیکھئے: **صحیح مسلم بشرح نووی: ۳۹۹۵، الاحاد والمثانی (مشکول): ۲۸۷، صحیح ابن حبان بتحقیق الأرناؤوط: ۸۷۳، مسند احمد: ۲۳۹۷۶، مسند البزار: ۲۰۹۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۵۹۷، شعب الایمان للبیھقی: ۱۶۱۸، اور مصنف ابن ابی شیبۃ: ۴۸۲**)

اس حدیث کا جواب اسی قول سے دینا زیادہ صحیح معلوم ہو رہا ہے جسے امام نووی رحمہ اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "**لم یتکلم فی المھد الا ثلاثۃ**" کے تحت کہی ہے، لکھتے ہیں:" **فذکرھم ولیس منھم الصبی الذی کان مع المرأۃ فی حدیث الساحر وقصۃ اصحا ب الا خدود المذکور فی آخر صحیح مسلم وجوابہ ان ذٰلک الصبی لم یکن فی المھد بل کا ن اکبر من صاحب المھد وان کا ن صغیرا**" کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جن تین بچوں کا تذکرہ ادات حصر کے ساتھ کیا ہے ان میں اس بچے کا ذکر نہیں ہے جو حدیث ساحر وراہب اور قصہء اصحاب الاخدود میں مذکور عورت کے ساتھ تھا۔ بایں وجہ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ وہ چھوٹا تھا لیکن مہد (گود) والے بچوں سے بڑا تھا[**صحیح مسلم بشرح النوی: ۱۶/۱۰۶ تحت رقم: ۲۵۵**)

حاصل البحث: اول الذکر اور آخر الذکر کے علاوہ جب تمام رویتیں غیر قابل احتجاج ہیں تو حقیقت تمام مشکوک پردوں کو چاک کر کے سامنے آجاتی ہے کہ صرف تین ہی وہ بچے ہیں جنھوں نے طفولیت کے اوائل سانسوں میں حکمت ودانائی کی زبان بولی ہے، جیسے عیسیٰ بن مریم، صاحب جریج اور صاحب ذوشارہ۔

اس کا مؤید ابو ہریرہ کا وہ قول بھی ہے جو [**فنون العجائب لابی سعید النقاش: ٦٣**] میں ثقہ رجال سے منقول ہے، کہ بنی اسرائیل میں تین بچے بولے ہیں: عیسیٰ، صاحب جریج اور صاحب حبشہ ... ...(یعنی صاحب ذوشارہ)۔ لہٰذا اس قول سے شاہد یوسف، صبی اصحاب الاخدود، ابن ماشطہ بنت فرعون اور وہ بھی جنہیں بلا سند اس زمرے میں داخل کر لیا گیا ہے سب کے سب **متکلمین فی المھد** کی فہرست سے خارج ہوجاتے ہیں۔

امامان دین اور سنت رحمۃ اللعالمین

ائمہ کرام، بلاشبہ طریقۂ نبوی پر گامزن تھے، احادیث رسول اللہ ﷺ ان کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا تھی وہ نصوص کتاب وسنت سے انحراف واعراض کو جرم عظیم تصور کرتے تھے۔

خدمت اسلام ان نفوس پاکیزہ وبرگزیدہ کے عین مطمع نظر تھا سنت نبوی سے ایک انچ ہٹنا انہیں ہرگز گوارہ نہ تھا، نبی اکرم ﷺ کی سنت، حدیث، عمل، کردار، گفتار یا کوئی بات ملے بلا چوں وچرا، بلا ہیص وبیص، بلا کم وکاست اور بغیر کسی تاخیر اور ٹال مٹول کے فوراً قبول کر لیتے اور اپنے سینے سے لگا لیتے تھے لیت ولعل کے شک آمیز کلمات ان کی ڈکشنری سے یکسر مفقود تھے۔

[بدعات اور ان کی ہلاکت خیزیاں]

فقہ وفتاویٰ

مسائل بیع وشراء
احتکار، تسعیر، رہن

● ابوالمظفر عبدالحکیم عبدالمعبود مدنی

سوال: غلہ روک کر اسے مہنگا بیچنا اور اس سلسلے میں عوام الناس کو نقصان پہنچانے کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: غلہ وغیرہ روک کر مہنگا بیچنے کو اصلاح شریعت میں احتکار کہتے ہیں۔

احتکار کا معنی: "**شراء الشئی وحبسه لیقل بین الناس فیغلو سعره ویصیبهم بسبب ذلك ضرر**" کسی سامان کو خرید کر اس وقت تک روکنا کہ یہ لوگوں کے پاس سے ختم ہوجائے اور بھاؤ بڑھ جائے اور اس کی وجہ سے عوام الناس کو تکلیف ہونے لگے۔

(فقہ السنہ:۳/۴۳، مختصر الفقہ الاسلامی:ص۷۱۳)

حکم: شرعی طور پر اس طرح سے احتکار کرنا حرام ہے اور اللہ کے نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ حضرت معمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: "**من احتکر فهو خاطئی**" جس نے احتکار کیا وہ گنہگار ہے۔ (صحیح مسلم ،البیوع/ باب النهی عن الاحتکار: ح: ٤١٢٢، ابوداؤد، البیوع/ باب النهی عن الحکرة: ح: ٣٤٤٧، ترمذی ،البیوع/ باب ماجاء فی الاحتکار:ح: ١٢٦٦٧)

چنانچہ فقہاء نے اس احتکار کے لئے جو حرام ہے تین شرطیں ذکر کی ہیں اگر یہ تینوں شرطیں پائی جائیں گی تو احتکار حرام ہوگا ورنہ نہیں۔

۱) جس چیز کو بطور احتکار روکا گیا ہے وہ آدمی اور اس کے گھر والوں کی ایک سال کی ضرورت سے زائد ہو کیونکہ ایک سال تک کے لئے گھریلو اخراجات کے طور پر کسی چیز کو اسٹاک رکھنا جائز ہے جیسے کی نبی ﷺ سے ثابت ہے۔

۲) احتکار کرنے والا اس وقت تک روکے رکھے جس میں سامان کی قیمت خوب بڑھ جائے تاکہ زیادہ قیمت لے کر بیچ سکے۔

۳) یہ ایسے وقت میں روکا جائے جبکہ لوگوں کی اس کی شدید ضرورت ہو اور مارکیٹ میں کہیں موجود نہ ہو کیونکہ اس میں لوگوں کو تکلیف میں مبتلا کرنا ہے۔ (فقہ السنہ:۳/۱۴۴)

حرمت کی وجہ: احتکار کرنے کو شریعت نے اس لئے حرام قرار دیا ہے کیونکہ اس میں بدترین لالچ اور بداخلاقی اور لوگوں پر تنگی وزبردستی کرنا ہے۔

احتکار کن چیزوں میں حرام ہے؟

اس سلسلے میں فقہاء کے مابین اختلاف واقع ہے، بعض علماء

صرف خوردونوش کی اشیاء میں اور بعض نے خوراک وغیر خوراک سب میں سے حرام قرار دیا ہے۔ عمومی طور پر صحیح احادیث پر نگاہ ڈالنے سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر لوگوں کو سامان کی ضرورت ہو اور اسے روک کر زیادہ بھاؤ میں بیچنے کا ارادہ ہو جس میں عوام الناس کا نقصان ہو تو ایسی صورت میں تمام چیزوں میں احتکار حرام ہے۔ جیسا کہ حدیث میں "**لایحتکر الا خاطی**" (مسلم) چنانچہ یہاں پر مطلق احتکار کو باعث گناہ کہا گیا ہے اس لئے یہ حکم عام ہے۔ (فقہ الحدیث: ۲/۲۶۸)

متفرقات:

۱) اگر ارزانی کے وقت خرید کر کوئی آدمی غلہ روک لے تو یہ منع نہیں ہے۔

۲) اگر گرانی کے وقت اپنی خانگی ضروریات کے لئے غلہ خرید کر رکھ چھوڑے تو یہ بھی منع نہیں ہے۔

۳) قحط سالی، خشک سالی، غلہ کے نقص وکمی کے موقع پر احتکار کرنا تا کہ لوگوں کو لوٹا جا سکے شرعاً حرام ہے۔

۴) غلہ کو خرید کر قبضہ کے اثبات کیلئے گھر میں لا کر رکھنا اور روکنا احتکار میں شامل نہیں۔ (شرح بخاری: از داؤد راز۔ ۳/۳۲۳)

سوال: مارکیٹ وغیرہ میں ریٹ متعین کرنا اور کسی سامان کا بھاؤ مقرر کرنا شرعاً کیسا ہے، جبکہ بعض لوگ بسا اوقات من مانی قیمتوں میں سامان کو فروخت کرتے ہیں؟

جواب: شریعت اسلامیہ میں کسی سامان کے بھاؤ مقرر کرنے کو تسعیر کہا جاتا ہے، تسعیر کا معنی ہے:

"**اوضع ثن محدد للسلع بحیث لا یظلم المالک ولا یرهق المشتری**" کہ سامان کی قیمت اس طرح مقرر کرنا کہ مالک پر ظلم نہ ہو اور نہ ہی خریدار کے اوپر بوجھ ہو۔ (مختصر الفقہ الاسلامی ص: ۷۱۲، فقہ السنہ: ۳/۱۴۲)

حکم: شرعی طور پر لوگوں کو اپنے مال میں تصرف کی آزادی ہے اور تجارت اور اس کے حصول منافع میں کسی طرح کی پابندی لگانا درست نہیں کیونکہ اسلام نے بائع اور مشتری دونوں کی مصلحتوں کی رعایت رکھی ہے۔ اور بیع وشراء، بائع ومشتری دونوں کی باہمی رضامندی پر ہی نافذ ہوگی۔ کسی طرح کی پابندی لگانا آیت کریمہ ﴿**الا ان تکون تجارة عن تراض منکم**﴾ (سورہ النساء: ۲۹)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مدینہ میں اشیاء کا بھاؤ چڑھ گیا، لوگوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! اشیاء کے نرخ بڑے تیز ہوتے جا رہے ہیں، آپ ہمارے لئے نرخ مقرر فرما دیجئے۔ رسول اکرم ﷺ نے جواب دیا: "**ان اللہ ھو المسعر القابض الباسط الرزاق، انی ارجوا ان القی اللہ ولیس احد منکم یطلبنی بمظلمة فی دم ولا دم**" کہ نرخ کا تعین کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے وہی ارزاں وسستا کرتا ہے وہی گراں کرتا ہے اور روزی دینے والا وہی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کروں کہ کوئی شخص تم میں سے محمد سے خون میں اور مال میں ظلم وناانصافی کا مطالبہ کرنے والا نہ ہو۔ (ابوداؤد/البیوع/التسعیر: ح: ۳۴۵۱، ترمذی/۱۳۱۴، حدیث صحیح)

امام صنعانی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ

بھاؤ مقرر کرنا ظلم ہے اور ظلم حرام ہے چنانچہ حاکم یا سلطان یا کسی صاحب امر کا اس معاملہ میں مداخلت کرنا ظلم کرنے کی مظنونہ جگہوں میں سے ہے، کیونکہ اس سے اندیشہ ہے کہ لوگ سامان چھپالیں اور بھاؤ چڑھادیں اور کالا بازاری عام ہوجائے۔ (فقہ السنہ:۱۴۳/۳، فقہ الحدیث:۲۶۹/۲)

کیا حکومت نرخ مقرر کرسکتی ہے یا بھاؤ چڑھنے پر گھٹا سکتی ہے؟

فقہاء اسلام نے اس سلسلے میں دو باتوں کی طرف توجہ دی ہے:

۱- تسعیر، نرخ مقرر کرنے سے اگر لوگوں پر ظلم ہو اور ان کے حقوق بیع کی پامالی ہو یا ان کے اوپر زور زبردستی ہو تو قطعاً حرام ہے۔

۲) اگر لوگوں کی مصلحت کے پیش نظر حکومت نرخ مقرر کرے تو جائز ہے جیسے کہ اشیاء کی قیمت بے تحاشہ بڑھ جائیں اور تجار ظلم و تعدی کرنے لگیں، مارکیٹ کو اس سے نقصان ہو تو حکومت اشیاء کے نرخ کو مقرر کرسکتی ہے تاکہ عوام الناس کے حقوق پامال نہ ہوں اور ظلم واحتکار سے تاجروں کو روکا جاسکتا ہے اور ایسا اہل الرائے اور اصحاب حل وعقد کے مشوروں سے حکومت کو انجام دینا چاہئے۔ [فقہ السنہ:۱۴۲/۳، فقہ الحدیث:۲۶۹/۲، مختصر الفقہ الاسلامی:ص:۷۸۳]

سوال: رہن رکھنے اور لینے کے سلسلے میں شریعت اسلامی کا کیا حکم ہے؟

جواب: شرعی طور پر رہن کے معنیٰ ہیں کسی قرض کے سلسلے میں اعتماد وبھروسہ کے لئے قرض دینے والے کے پاس کوئی قیمتی چیز رکھنا تاکہ قرض کی ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں رہن سے بھرپائی کی جاسکے، کتاب وسنت کی روشنی میں رہن رکھنا جائز اور درست ہے۔ فرمان باری ہے: ﴿وَإِن كُنتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَّقْبُوضَةٌ﴾ (سورہ البقرہ:۲۸۳) کہ تم سفر میں ہو اور کسی کاتب کو نہ پاسکو اور ایسا رہن رکھو جسے قبضہ میں لیا جاسکے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک یہودی سے ادھار غلہ خریدا اور اپنی لوہے کی زرہ بطور رہن اس کے پاس گروی رکھ دیا۔ (متفق علیہ، بخاری:۲۰۶۸، مسلم:۱۶۰۳)

رہن رکھنے کی مشروعیت:

قرض دینے والے کے مال کی حفاظت اور ضمانت کے لئے رہن کو مشروع قرار دیا گیا ہے تاکہ کسی کا حق ضائع نہ ہو چنانچہ جب مدت قرض پوری ہوجائے گی تو قرض دار سے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جائے گا اور اگر ادا نہ کرسکے تو رہن کے مال سے اس کی بھرپائی کی جائے گی۔

☆ رہن یہ امانت ہے، جس کے پاس رکھا گیا ہے وہ اس کا ضامن نہیں ہے الا یہ کہ اس سلسلے میں وہ ظلم وزیادتی کرے یا کوتاہی برتے۔

☆ مرتھن جس کے پاس رہن رکھا گیا ہے وہ رہن رکھی گئی چیز سے فائدہ نہیں اٹھاسکتا ہے کیونکہ یہ قرض کے عوض میں امانت ہے لیکن اگر رہن کوئی ایسی چیز ہو جس پر مرتھن کو خرچ کرنے کی نوبت آئے جیسے جانور وغیرہ تو ایسی صورت میں اس پر خرچ کے عوض جانور کی سواری کی جاسکتی ہے اور اس کا دودھ نکال کر فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے جیسا کہ بخاری وغیرہ کی روایتوں میں ہے۔ [فقہ السنہ:۱۷۱/۳، مختصر الفقہ الاسلامی:۷۷۲]

گوشۂ طب

[۳]

ایڈس: تاریخ، اسباب وعلامات

● پروفیسر ڈاکٹر عبدالمبین خان

ایڈس کی تشخیص میں حائل دشواریاں:

امریکہ میں رہنے والے ہندوستانی نژاد ماہر ایڈس ڈاکٹر ستیش مورتی موچرلا نے کہا کہ ایڈس کے مریضوں پر چھ مہینوں میں مختلف طبی معائنوں پر صد ہزار سے زائد رقم خرچ ہوتی ہے، اس کے علاوہ دواؤں پر علیحدہ رقم خرچ ہوتی ہے، جو ایک عام آدمی یا وسط درجے کے آدمی کے لئے اس کی معاشی حیثیت سے بہت زیادہ ہے۔ ڈاکٹر ستیش Cleavland میں ریجنل میڈیکل سینٹر ٹکساس امریکہ میں کام کرتے ہیں انہوں نے بتایا کہ Aids-positive میں مبتلا اشخاص کو ہر چھ مہینے میں دو اہم طبی معائنے کروانے پڑتے ہیں، جو مریض کی نوعیت کو ظاہر کرتے ہیں۔

CD-4 Test جس پر بارہ سو روپے خرچ ہوتے ہیں اور HIV Test جس کے لئے مریض کے نو ہزار روپے خرچ کرنے ہوتے ہیں، علاج کے لئے یہ دونوں معائنے کروانا انتہائی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں HIV میں مبتلا مریض مرض کی تشخیص کے بعد غائب ہو جاتا ہے، ڈاکٹر ستیش نے کہا کہ ہندوستان سو کروڑ لوگوں کا ملک ہے، اگر ہر شخص ہر سال ایک روپیہ ادا کرے تو سالانہ سو کروڑ روپئے جمع ہو سکتے ہیں، اس رقم سے مریضوں کا علاج ہو سکتا ہے اور اس مہلک مرض کے پھیلاؤ کو روکا جا سکتا ہے، ڈاکٹر ستیش نے کہا جنسی تعلیم ہائی اسکول کی سطح پر ہی شروع کی جانی چاہئے، اس طرح بچوں اور نوجوانوں میں صحیح جنسی شعور پیدا ہو سکتا ہے اور ایڈس کو روکنے کے سلسلہ میں یہ بہت ضروری ہے۔

ایڈس کے متعلق غلط فہمیاں:

ایڈس کے مریضوں سے ملنے جلنے، ہاتھ ملانے، ساتھ میں بیٹھ کر کھانے پینے یا بوسہ لینے سے کسی کو بھی یہ بیماری لاحق نہیں ہوسکتی، لیکن تعلیم کی کمی کی بنا پر عوام کو یہ غلط فہمی ہے کہ مندرجہ بالا حالات سے بھی کسی کو بھی اس بیماری کا تعدیہ لگ سکتا ہے جو سراسر بے بنیاد اور غلط بات ہے۔ یہ بیماری جنسی اختلاط، اغلام بازی، جانوروں سے مجامعت، یا ڈاکٹر کے ذریعہ استعمال ہونے والے متعدی سرنج اور نڈل یا انتقال الدم میں مستعمل متعدی خون، یا ماں سے سے بچے کو، یا شوہر سے بیوی کو، یا بیوی سے شوہر کو ہوتا ہے۔

خون کے سفید خلیات:

ہم سب کو معلوم ہے کہ جب کسی جسم انسانی میں جراثیم داخل ہو جاتے ہیں تو ان کے خلاف جسم کے سفید خلیات WBC، ان سے فوری نبرد آزما ہو جاتے ہیں اور اس جنگ میں سفید (WBC) T.cells بن جاتے ہیں۔ یعنی یہ چند بایولوجیکل (حیاتیات) مادوں میں تبدیل ہو کر مدافعت کا اہتمام کرتے ہیں، لیکن ایڈس کا وائرس ان کے T.cells پر حملہ آور ہو کر ان دوست خلیوں، گویا معاون فوج کو برباد کر دیتا ہے، جس کے نتیجے میں کسی مرض دق، ملیریا، نمونیا اور حتی کہ دماغی فالج کا حملہ مکمل طور پر ہلاکت کا باعث بن جاتا ہے۔

چونکہ اس کا وائرس رگوں کے اندرونی جھلی کو متاثر کرتا ہے، اس لئے سارے جسم میں پھنسیاں نمودار ہوتی ہیں، جن کے اندر ہر پھنسی میں ایڈس کا وائرس موجود ہوتا ہے، اس طرح اس کا خطرہ بڑھتا رہتا ہے، اس لئے کہا گیا ہے کہ سفلی امراض (امراض خبیثہ) جیسے سوزاک، آتشک وغیرہ جیسے جنسی امراض میں متاثر لوگ اس وائرس سے جلد متاثر ہو جاتے ہیں۔

ایڈس کے مضر اثرات:

یہ وائرس خون میں سرایت ہو کر ڈی این اے Doxy Ribonuelice Acid میں پہنچ کر ایک عرصہ تک کوئی خراب اثر مرتب نہیں کرتے اور جب ان کی علامات ظاہر ہوتی ہیں تو یہ قوت مناعت کو بالکل کمزور کر چکے ہوتے ہیں جن سے مختلف شدید امراض کا ہجوم ہوتا ہے۔ خون میں سفید ذرات کے خلیوں کی تعداد کم ہو جاتی ہے جو مناعت کی قوت پیدا کرتے ہیں۔ علامات کے ظاہر ہونے کے بعد مریض دو سال کے اندر فوت ہو جاتا ہے۔

مدت حضانت:

یہ وہ زمانہ ہے جو اس مرض کے وائرس جسم میں داخل ہونے اور علامات ظاہر ہونے کے درمیان کا وقفہ ہوتا ہے۔ یہ وقفہ پانچ ماہ سے چھ سال کا ہوتا ہے، یا اس سے بھی طویل ہو سکتا ہے۔

حفظ ماتقدم: Prevention

اس مرض سے بچنے کے لئے مندرجہ ذیل تدابیر اختیار کرنا چاہئے:

۱- ایڈس کے مریض کا خون کسی دوسرے مریض کو نہیں دینا چاہئے۔

۲- ایڈس کے مریضوں کو مباشرت سے گریز کرنا چاہئے، یا پھر کنڈوم کے استعمال کے ذریعہ بہت تک بچاؤ ہو سکتا ہے۔

۳- ایڈس کی مریضہ کو حاملہ ہونے سے روکنا چاہئے، اگر حمل ہو جائے تو حمل کو ساقط کر دینا چاہئے۔

۴- طوائفوں اور متعدی عورتوں سے جماع کرنے سے روکا جائے۔

۵- لواطت (ہم جنس مباشرت) ترک کرنا چاہئے۔

۶- ہوٹلوں میں کھانے پینے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

۷۔مشکوک مریضوں کوایڈس کے مراکز پر بھیج کرتعدیہ کی تصدیق کرنی چاہئے۔

علامات مرض:

ایچ آئی وی تعدیہ کا پہلا درجہ:1stage of HIV

مرض کا پہلا درجہAcute Seroconversion کہلاتا ہے۔HIV وائرس کے جسم میں داخل ہونے کے بعد سے ۶ ہفتے تک کا عرصہWindow period کہلاتا ہے۔

15% سے زائد مریضوں کوحمی حادمع وجع عضلات جیسے عوارضات عام طور سے سے ۶ ہفتے نمودار ہوتے ہیں۔عام طور سے یہ عوارضاتGlandular fever سے مشابہ ہوتے ہیں جیسے تیز بخار،عضلا تھکنی،سردرد،جلد پر طفح(Rashes) کا نمودار ہونا۔ لمفاوی غدود کا بڑھ جانا۔یہ علامات عام طور سے دوہفتوں بعد غائب ہوجاتی ہیں۔اس درجہ کے ختم ہونے کے بعد اگر خون کی جانچ کی جائے تو اس میںHIV Antibodies پائی جاتی ہے۔

دوسرادرجہ: ii-stage:Asymptomatic stage

Acute seroconversion درجہ کے بعد مریض میں کوئی علامت نہیں پائی جاتی اور یہ درجہ بعض اوقات ۱۰-۱۵ سال تک رہتا ہے۔

تیسرادرجہ: iii-Stage: Persistent generalised lymphadenopathy

عمومی عظم غدودلمفاویہ:اس درجہ میں مریض کے گردی ابغل کے غدودلمفاویہ بڑے ہوجاتے ہیں اور یہ کئی مہینوں تک رہ سکتے ہیں۔ اس درجہ کے بعد مریض چوتے درجہARC میں داخل ہوتا ہے۔

چوتھادرجہiv:Stage: AIDS related complexes

عام طور پر مریض ۱۰-۱۵ارسال بعد اس درجہ میں داخل ہوتا ہے،ایسے مریض موقع پرست تعدیہ کا شکار ہوتے ہیں جیسے حمی اسہال، عدم اشتہا اور قلب انجذ اب۔حمی دق،نیموسٹس کر ینائی نمونیاCandidiasiss سائٹومیکیو وائرس تعدیہ نملہ شفر یہ وغیرہ۔

پانچواں درجہV-Stage:Full blown case of AIDS

عموماً مریضARC میں ہی فوت ہوجاتا ہے،مریض دماغ کے مختلف امراض کا شکار ہوکر بے ہوشی غشی کی حالت میںDementia کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے دماغی امراض جیسےDiffuse Encerphalopathy استحالاتی دماغی عارضہ،ایڈزEncephalitis،فوکل انسیفے لوپیتھی۔شدید فیروسی سرسام۔

دیگر علامات:

۱-سینہ کی علامات:نمونیاpneumocystic carinii

۲-جلد کی علاماتKaposi's Sarcoma یہ نیلے بھورے رنگ کے دھبے ہوتے ہیں جو کہ جسم کے اطراف میں پائے جاتے ہیں۔اور کچھ دنوں بعد قروح میں تبدیل ہوجاتے ہیں اور مرض کے پھیلانے کا سبب بنتے ہیں۔

۳-شکم کے عوارضات: بار بار اسہال آتے ہیں، پیٹ کے غدود لمفاوی بڑھ جاتے ہیں جو کہ آنتوں کے سدوں کا سبب بنتے ہیں۔اگر GI Tract Sarcoma, kaposis میں ہو تو اس سے براز الدم لاحق ہوسکتا ہے تشنج شکم ہوسکتا ہے۔

۴-دماغی عوارضات: اس میں سب سے اہم سرسام ہے۔اس کے علاوہ

Cerebral lymphoma, Subacute encephalitis, transverse myelitis peripheral neuropathy dementia & depression etc.

مرض ایڈس کا علاج:

یہ ایک لاعلاج مرض ہے ضروری ہے کہ اس کے خطرات سے عوام کو آگاہ کیا جائے۔صرف مندرجہ ذیل دوائیں علاماتی علاج کے طور پر دی جاتی ہیں۔

Nucleoside analogue reverse transcriptase inhibitors (NRTIs)

Rx- Zidovudine Lamivudine

Didanosine Abacavir

Zalcitabine Combivir (combination of Zidovudine ande Lamivudine)

Stavudine

Non-nucleoside analogue reverse transcriptase inhibitors (NRTIs)

Rx- Delavirdine

Nevirapine

Efavirenz

Protease inhibitors:

Rx- Saquinavir Amprenavir

Indinavir Ritonavir

Nelfinavir

☆☆☆

آئینۂ جماعت

جماعتی سرگرمیاں

● دفتر صوبائی جمعیت

اہل حدیث کا ملک کی حقیقی تعمیر وترقی میں بنیادی کردار ہے

مورخہ ۶رجنوری ۲۰۱۳ء کو صبح ساڑھے ۱۰ربجے جمعیت اہل حدیث بھیونڈی کے زیر اہتمام صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی زیر سرپرستی سے تکولی تعلقہ بھیونڈی کے اندر ایک عظیم الشان اجتماع منعقد کیا گیا۔اس پروگرام کو صوبائی جمعیت اہل حدیث اور اہالیان تکولی کا خصوصی تعاون حاصل رہا۔ پروگرام کی ابتدا موذن جامع مسجد تکولی جناب محمد مصلح الدین کی تلاوت سے ہوئی جبکہ منظوم حمد یہ و نعتیہ کلام جامعۃ التوحید بھیونڈی کے ۲رطلباء شریف شہاب اور لقمان ایوب نے پیش کیا اور متصلاً ہی جناب جمیل مقری نے افتتاحیہ وغرض اجلاس سے حاضرین کو آگاہ کیا۔

افتتاحی تقریب کے بعد تقریری سلسلے کی شروعات ہوئی۔ سب سے پہلے جس اہم موضوع سے خطاب ہوا، وہ تھا ''اسلام میں معیشت اور اس کا نظام''۔اس موضوع پر ڈائریکٹر جامعۃ التوحید بھیونڈی نے جامع انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔دوسرا خطاب ابورضوان محمدی حفظہ اللہ کا رہا۔آپ نے ''ملک کی تعمیر میں اہل حدیث کا کردار'' واضح کیا اور شاخ درشاخ عنوان کی تفصیل پیش کرتے رہے۔

اجتماع کی دوسری نشست صلوٰۃ ظہر کے بعد شروع ہوئی اور سب سے پہلا خطاب ''نیکیوں کے کئی رخ'' کے حوالے سے فضیلۃ الشیخ عبدالحسیب مدنی حفظہ اللہ نے پیش کیا۔تقریباً ۴۵رمنٹ تک موصوف نے سامعین کو خوب محظوظ کیا اور نیکیوں کے نفسیاتی پہلوؤں پر گفتگو کی۔اس نشست کا دوسرا خطاب فضیلۃ الشیخ سعید احمد بستوی حفظہ اللہ کا تھا۔آپ نے توحید کے حوالے سے اپنی باتیں پیش کیں، حتیٰ کی عصر کی اذان ہوگئی۔

تیسری نشست وقفۂ صلوٰۃ عصر کے بعد قائم ہوئی اور ایک انتہائی اہم موضوع ''توحید کی اہمیت اور انسانی زندگی پر اس کے اثرات'' پر اہم خطاب ہوا۔ یہ خطاب پونے سے تشریف لائے مقرر فضیلۃ الشیخ ابوزید ضمیر حفظہ اللہ نے پیش کیا۔سامعین نے دن بھر کی تکان کے باوجود تازہ دم ہوکر اس موضوع کو سماعت کیا۔آخر میں نیابت کرتے ہوئے سعید احمد بستوی حفظہ اللہ نے دعائیہ اختتامی کلمات کے ذریعہ خاتمہ مجلس کا اعلان فرمایا۔اس اجتماع کی صدارت فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ کے ذمہ رہی جبکہ نظامت مولانا شعبان بیدار صفوی حفظہ اللہ نے کی۔

عظمت توحید وحقوق والدین کانفرنس سے علماء کبار کا خطاب

۲رفروری ۲۰۱۳ء بروز سنیچر شام ۵ربجے سے ۱۰ربجے رات تک ڈونگرے گراؤنڈ کوسہ ممبرا میں ضلعی جمعیت اہلحدیث ممبرا کی طرف سے ایک عظیم کانفرنس ''عظمت توحید اور حقوق والدین'' کے عنوان سے منعقد ہوئی۔اپنی نوعیت کی اس اہم کانفرنس کا افتتاح فاضل

نوجوان حافظ دلشاد احمد محمدی نے کلام باری تعالی سے کیا۔اس کے بعد پونہ سے تشریف لائے ہوئے مشہور مربی وداعی فاضل محترم جناب ابوزید ضمیر نے خطاب کیا۔آپ نے اپنے موثر خطاب میں بچے بچیوں کی بے جا غیر شرعی آزادی کے نقصانات کو واضح فرمایا اور والدین کی سرپرستی سے نکل جانے کے انجام بد سے آگاہ کیا۔والدین کو بھی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر بچوں کی صحیح تعلیم وتربیت نہ ہوئی انہیں صرف اسکول وکالج کے حوالہ رکھا گیا جہاں عصری تعلیم کے سوا کوئی اخلاقی تربیت کا نظام نہیں ہوتا تو فیملی اور سماج مزید بھیانک انجام سے دوچار ہو جائے گا۔

دہلی سے تشریف لائے کانفرنس کے مہمان فاضل مولانا محمد رحمانی سنابلی مدنی نے بھی ایک وقیع خطاب فرمایا۔خطاب میں عظمت توحید کے کچھ اہم پہلو پر روشنی ڈالی اور سماج میں جاری وساری مختلف شرکیات کا تذکرہ کر کے ان سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

اس کے بعد کانفرس کے خصوصی خطیب ومحاضر ڈاکٹر عبدالقیوم بستوی مدنی کا گراں قدر خطاب شروع ہوا آپ نے کتاب وسنت کے تفصیلی دلائل سے ثابت فرمایا کہ تخلیق کائنات کا مقصد اللہ کی توحید اور اس کی بندگی ہے۔مزید آپ نے فرمایا کہ توحید سے انسان کو آسمان کی بلندیاں حاصل ہوتی ہیں اور جب شرک کرتا ہے تو آسمان سے پستی میں گرادیا جاتا ہے۔

کانفرنس کے آخری خطیب عالمی سطح کے مشہور داعی شیخ ظفرالحسن مدنی تھے۔آپ نے اپنے تمہیدی کلمات میں شرک وبدعت سے بچنے کی تلقین فرمائی، اس کے بعد کانفرنس کے مرکزی عنوان پر آئے آپ نے فرمایا کہ عظمت توحید وحقوق والدین کے نام کانفرنس منعقد کرنے والے شکریہ کے مستحق ہیں کیونکہ انہوں نے قرآن کے طریقہ تربیت پر کانفرنس کا عنوان قائم کیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے عموماً قرآن پاک میں اپنی توحید وخالص عبادت کے ساتھ والدین کے ساتھ حسن وسلوک کا تذکرہ ساتھ ساتھ کیا ہے اور اس کی ہدایت دی ہے۔اور یہ اہل علم کا طریقہ ہے۔آپ نے اپنے پرمغز مخصوص انداز خطاب سے کانفرنس میں شریک تمام حضرات وخواتین کو دنیا وآخرت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے اپنے ماں باپ کی خوشنودی ورضا حاصل کرنے کی تلقین فرمائی۔آپ نے فرمایا نفلی حج، عمرہ اور جہاد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ اجر ماں باپ کی خوشنودی میں ہے نیز حدیث رسول ﷺ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ان کے عمر اور روزی میں برکت حاصل ہوتی ہے جو اپنے والدین کی اطاعت کرتے ہیں۔تمام سامعین نے پورے پروگرام سے بخوبی استفادہ واثر قبول کیا، کانفرنس کا وسیع گراؤنڈ شرکاء کانفرنس سے تنگ پڑ گیا۔اس کانفرنس سے ہر مکتب فکر سے متعلق بلا اختلاف مسلک ایک جم غفیر نے فائدہ اٹھایا۔فللہ الحمد

یہ کانفرنس مولانا عبدالسلام سلفی کی صدارت میں منعقد ہوئی۔مولانا محمد مقیم صاحب فیضی نے کانفرنس میں شریک تمام اعیان علماء وعوام کا استقبال فرمایا۔نظامت کا فریضہ جناب اسداللہ خان نے بخوبی انجام دیا۔

کرلا:

سال گذشتہ کی طرح امسال بھی بیت المال جامعۃ الرشاد سوسائٹی کرلا کے زیر اہتمام سیرۃ النبی ﷺ پر ایک تعلیمی مظاہرہ بعنوان: اصلاح معاشرہ سیرۃ النبی ﷺ کے آئینے میں بتاریخ 24 فروری 2013ء بروز اتوار بمقام جامع مسجد اہل حدیث کاپڑیا نگر کرلا منعقد ہوا۔امسال اہل حدیث مکاتب ومدارس کے طلبہ وطالبات کے ساتھ ساتھ حلقہ کرلا کے ثانوی اسکولوں کے طلباء وطالبات کو بھی اس

پروگرام میں شرکت کی دعوت دی تھی باسٹھ (۶۲) مدارس و مکاتب اور چھ (۶) اسکولوں کے نام دعوت نامے ارسال کئے گئے تھے اکتالیس (۴۱) مدارس و مکاتب اور اسکولوں سے پینسٹھ (۶۵) طلبہ و طالبات پروگرام میں شریک ہوئے۔

پروگرام کو بہتر اور آسان بنانے کے لئے طلبہ کو دو گروپ میں تقسیم کر دیا گیا تھا سینئر گروپ و جونیئر گروپ، سینئر گروپ کے لئے یہ عنوانات منتخب کئے گئے تھے، شراب و منشیات کی تباہ کاریاں، جنسی آوارگی کا سد باب، نسل کشی اور تعلیمات رسول ﷺ، سود معاشرہ کو تباہ کرنے والا گناہ، جبکہ جونیئر گروپ کو یہ عنوانات دئے گئے تھے۔ بچوں کی تربیت سیرت النبی ﷺ کے آئینے میں، شادی اور موجودہ تقریبات، اسلام میں انسانی جانوں کا احترام، تعلیم نسواں تعلیمات رسول ﷺ کے آئینے میں۔

اس پروگرام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ طلباء طالبات کے لئے الگ الگ انتظامات کئے گئے تھے طلباء کے پروگرام کی صدارت فضیلۃ الشیخ شمیم احمد فوزی صاحب رحفظہ اللہ (آئی۔آر۔ایف ممبئی) فرما رہے تھے جبکہ نظامت کی ذمہ داری عبید اللہ سلفی (امام و خطیب جامع مسجد اہل حدیث کاپڑیا نگر، کرلا) نے سنبھال رکھی تھی، حَکَم کے فرائض مولانا سعید احمد صاحب بستوی (نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) و مولانا عبد الستار صاحب سراجی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی) اور مولانا جلال الدین صاحب محمدی (امام و خطیب مسجد اہل حدیث وائر گلی کرلا) انجام دے رہے تھے۔

اسی طرح طالبات کے پروگرام کی صدارت آصفہ باجی صاحبہ (مدیرہ مدرسہ تعلیم القرآن للبنات کرلا) کر رہی تھیں نظامت کی ذمہ داری ایک خاتون معلّمہ سنبھالے ہوئی تھیں، جبکہ حَکَم کے فرائض بھی خاتون معلمات ادا کر رہی تھیں۔

دونوں پروگرام تقریباً 9 بجے صبح تلاوت قرآن مجید، حمد باری تعالی اور نعت رسول سے شروع ہوا اس کے بعد ناظم پروگرام نے بیت المال کا تعارف کرایا نیز اس کی حالیہ کارکردگی اور مستقبل کے عزائم کا ذکر مختصر انداز میں کیا۔ پھر دونوں گروپ کے طلباء و طالبات نے اپنے اپنے انداز میں منتخب عناوین پر تقاریر پیش کیں۔

حضرات و خواتین کے الگ الگ انتظامات کو دیکھ کر لوگوں نے اس پروگرام کو کافی پسند کیا۔ تقریباً 1 بجے ظہر کی نماز تک طلباء و طالبات کا تقریری پروگرام جاری رہا۔ نماز کے لئے وقفہ رکھا گیا۔ ظہر کی نماز سے فراغت کے بعد مہمانان خصوصی سے درخواست کی گئی کہ وہ اس پروگرام کے تعلق سے اپنے اپنے تأثرات کا اظہار فرمائیں۔ سب سے پہلے مولانا عبد الستار صاحب سراجی کو دعوت دی گئی جو بطور حَکَم اس پروگرام میں شریک تھے۔ آپ نے اولاً بچوں کی ہمت افزائی کی، والدین اور سرپرستوں نیز اساتذہ کو بچوں کے تعلق سے ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ فرمایا اور بتایا کہ یہ بچے گیلی مٹی کی طرح ہیں آپ انہیں جس طرح چاہیں بنا سنوار سکتے ہیں۔

اس کے بعد جناب مولانا سعید احمد صاحب بستوی کو جو بطور حکم اوّل شریک مسابقہ تھے دعوت دی گئی آپ مائک پر تشریف لائے آپ نے سب سے پہلے بیت المال کے اراکین کو اسطرح کے پروگرام کے انعقاد پر مبارکباد پیش کی اور اس کے لئے ان کی کوششوں اور محنتوں کو سراہا بچوں کی ہمت افزائی فرماتے ہوئے انہیں مزید اپنے اندر اعتماد و یقین پیدا کرنے کی تلقین کی۔

بعدہ مولانا عبد السلام صاحب سلفی (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) کو دعوت دی گئی موصوف نے شریک مظاہرہ تمام طلبہ کے

تعلق سے اپنی نیک تمناؤں کا اظہار کیا اور مختلف جگہوں سے آئے ہوئے شرکاء پروگرام کو اس بات کی دعوت دی کہ اس طرح کا پروگرام ہر جگہ ہونا چاہئے آپ نے اس موقع پر سیرت کے ایک عالمی مسابقہ کا تذکرہ بھی کیا (جس کا اعلان رابطہ عالم اسلامی کی طرف سے پاکستان کی سرزمین پر ۱۳۹۶ھ میں ہونے والی ایک کانفرنس میں کیا گیا تھا) جس میں ہندوستان کے ایک مشہور عالم دین مولانا صفی الرحمٰن صاحب مبارکپوریؒ کی تصنیف کردہ کتاب ''الرحیق المختوم'' کو پہلے انعام کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔

اس کے بعد انجمن خیر الاسلام بوائز ہائی اسکول کے پرنسپل محترم جناب نذر الحسن صاحب کو دعوت دی گئی جو اس پروگرام میں مہمان خصوصی کے طور پر شریک تھے۔ آپ نے بچوں کی ہمت افزائی کرتے ہوئے ان کی کوششوں اور محنتوں کا ذکر کیا اور ان کے پیچھے اساتذہ و ذمہ داروں کی کاوشوں کو داد تحسین پیش کیا اور مستقبل میں ان طلبہ کے تئیں اپنے نیک جذبات کا اظہار کیا۔

انجمن خیر الاسلام کے ایک ریٹائرڈ استاذ محترم جناب شہاب الدین صاحب جنہوں نے اس پروگرام کے نوک و پلک سنوارنے میں اہم کردار ادا کیا تھا مائک پر تشریف لائے آپ نے جہاں ایک طرف طلبہ کو اپنی مفید نصیحتوں سے نوازتے ہوئے اپنے تجربات کا ذکر کیا وہیں بیت المال کے اراکین اور اس کی پوری ٹیم اور اس سے وابستہ تمام حضرات کو اس عظیم الشان تعلیمی مظاہرے کی کامیابی پر مبارک باد دی۔

بعدہ پروگرام کے صدر مولانا شمیم احمد فوزی صاحب کو دعوت دی گئی آپ نے اولاً اراکین بیت المال کی خدمات کو سراہا، طلبہ کی ہمت افزائی کرتے ہوئے انہیں خرگوش و کچھوا کی کہانی بھی سنائی۔ بچوں کے جذبات کو ابھارتے ہوئے واضح کیا کہ ہوسکتا ہے محنت کے باوجود آج آپ نے پوزیشن نہ حاصل کی ہو۔ مایوس نہ ہوں کوششیں جاری رکھیں انشاء اللہ آپ کی کوشش بارآور ہوں گی۔

اوّل و دوم سوم پوزیشن لانے والے بچوں کے لئے بالترتیب تین ہزار (3000)، دو ہزار (2000)، ایک ہزار (1000)، روپے نقد دئے گئے۔ جبکہ بوائز و گرلز کے صدر و حکم صاحبان کو ایک ایک بیگ اور کچھ خصوصی ہدایا سے نوازا گیا۔

سینئر گروپ (بوائز) سے 16 طلبہ مسابقہ میں شریک ہوئے، پوزیشن لانے والے طلبہ کے اسماء۔ اوّل۔ محمد شریف شہاب الدین (توحید اردو پرائمری اسکول، بھیونڈی)۔ دوم۔ عبدالوحید عبدالرحمٰن (جامعۃ التوحید، بھیونڈی)۔ سوم۔ خان اسید عبیداللہ (انجمن خیر الاسلام اردو ہائی اسکول، کرلا)۔

جونیئر گروپ (بوائز) سے 20 طلبہ شریک مسابقہ رہے پوزیشن لانے والے طلبہ کے اسماء۔ اوّل۔ محمد شمیم شہاب الدین (جامعۃ التوحید، بھیونڈی)۔ دوم۔ محمد لقمان محمد ایوب (توحید اردو پرائمری اسکول، بھیونڈی)۔ سوم۔ خورشید احمد شبیر احمد (مدرسہ اصلاح المسلمین، کاندیولی)۔

سینئر گروپ (گرلز) سے 11 طالبات نے مسابقہ میں حصہ لیا۔ پوزیشن حاصل کرنے والی طالبات کے اسماء۔ اوّل۔ صائمہ خاتون امتیاز احمد (مدرسہ تعلیم القرآن، اشوک نگر کرلا)۔ دوم۔ انصاری خدیجہ عباس (انجمن خیر الاسلام گرلز ہائی اسکول کرلا)۔ سوم۔ عائشہ پروین محمد انور (ایم، ای، ایس اردو ہائی اسکول، ہلاؤ پل، کرلا)۔

جونیئر گروپ (گرلز) 18 طالبات نے مسابقہ میں حصہ لیا۔ پوزیشن لانے والی طالبات کے اسماء۔ اوّل۔ شاہین بانو مجیب الرحمٰن (مدرسہ اصلاح العلوم، کاندیولی)۔ دوم۔ طوبی بنت محمد یوسف (مدرسہ تعلیم القرآن للبنات کرلا)۔ سوم۔ سدرہ بنت محمد جعفر (مدرسہ تعلیم

القرآن للبنات، کرلا)۔ نیز شریک مقابلہ تمام طلباء وطالبات کوان کی ہمت افزائی کے کتاب وکاپی اور پن وغیرہ دیا گیا۔

مہسلہ: ''عظمت سلف کانفرنس''

جہالت وضلالت کی تاریکیوں میں حق وہدایت کی روشنی پھیلانے ،شرک وبدعت کا قلع قمع کرنے نیز اسلاف امت کے مقام و مرتبہ کوواضح کرنے کے لئے ایک روزہ دینی، دعوتی،تبلیغی اوراصلاحی گیارہواں سالانہ اجتماع بعنوان''عظمت سلف کانفرنس'' شعبہ دعوت وتبلیغ جماعت المسلمین مہسلہ-ضلع: رائے گڑھ-مہاراشٹرا کے زیراہتمام بتاریخ:۳رفروری ۲۰۱۳ء بروزاتوار ۳۰-۸ربجے صبح تا ۹ربجے شب بمقام: انجمن اسلام ہائی اسکول گراؤنڈ مہسلہ فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی صاحب/ حفظہ اللہ (ممبئی) کی زیرصدارت منعقدہوا۔اس عظیم الشان اورتاریخ ساز کانفرنس کی نظامت کے فرائض کی ذمہ داری مشترکہ طور پر کانفرنس کے روح رواں شیخ عبدالمعید عبدالحلیم المدنی صاحب/ حفظہ اللہ (مہسلہ)اورسرزمین کوکن ضلع رتناگری کے ایک عظیم داعی ومصنف امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث رتنا گری ومدیرمرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ شیخ عبدالواحدانور یوسفی صاحب/ حفظہ اللہ نے نبھائی۔

پروگرام ٹھیک ۳۰-۸ بجے مدرسہ محمدیہ مہسلہ کے طلبہ اور حافظ عاصم قاضی کی تلاوت پاک سے شروع ہوا سب سے پہلے شعبہ کے امیر مولاناعبدالعزیزخطیب صاحب نے استقبالیہ کلمات پیش کیااورشعبہ دعوت وتبلیغ مختصرسرگرمیوں کوسامعین کے سامنے بیان کیا۔

کانفرنس ہذا کے پہلے مقررفضیلۃ الشیخ عبدالعظیم المدنی صاحب/ حفظہ اللہ (بنگلور) نے''عظمت سلف اورہم ''کے عنوان پر خطاب فرمایا شیخ موصوف نے سلف کی تعریف کوبیان کرتے ہوئے" **خیر الناس قرنی ثم الذین یلو نھم ثم الذین یلو نھم**" کی روشنی میں ان کی عظمت کوبیان کیا"**فإن امنو ا بمثل ما امنتم بہ فقداھتدوا**" کی وضاحت کرتے ہوئے ان کی زندگی کوایمان کے لئے معیاراورکسوٹی بنانے کی بات کہی بعض اسلاف کے سنہرے تاریخی کارناموں کوسامعین کے سامنے رکھا۔

اسی نشست کے دوسرے خطیب جوقطرسےکوکن کی سرزمین پر پہلی بارتشریف لائے تھے فضیلۃ الشیخ ڈاکٹرعبدالقیوم بستوی المدنی/ حفظہ اللہ تعالیٰ نے''زوال امت اسباب وعلاج'' کے عنوان پرخطاب فرمایا ڈاکٹرموصوف نے"**وعد اللہ الذین منکم ......**" سورۃ نورکی اس آیت کی تلاوت فرماکراپنی تقریرکا آغازکیا اور بتایا کہ امت کاعروج کیسے ہوا؟اس کے جواب میں آپ نے بتایا کہ اسباب عروج میں سے علم،عمل صالح ،ایمان باللہ،استقامت،حلال وحرام کی تمیز،رب کے احکامات کی پاسداری،اتحادواتفاق ہیں۔اورپھر امت میں زوال کیسے ہوا؟اس کے اسباب بیان کرتے ہوئے بتایا کہ سب سے بڑاسبب شرک ہےاورامت کااس میں مبتلا ہونا،حکم نبی ﷺ کی مخالفت کرنا،ترک نماز، زکوۃ کی ادائیگی میں کوتاہی،امر بالمعروف ونھی عن المنکر جیسے اہم فریضہ سے کوتاہی،امت مسلمہ کافرقوں میں بٹ جانادنیا کی محبت اورموت کی یاد سے غفلت وغیرہ۔

علاج کے متعلق آپ نے فرمایا پہلے پڑھوپھرتوحید پرقائم ہوجاؤ،اوردنیا کی تمام محبتوں میں نبی محترم ﷺ کی محبت کوغالب رکھو۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کے احکامات کوبجالائیں،اخوت وبھائی چارگی کواپنائیں،توان شاءاللہ دنیا کی قیادت وسیادت امت مسلمہ کے ہاتھوں ہوگی۔

بعدنمازظہردوسری نشست کا آغازشیخ عبدالواحدانور یوسفی صاحب/ حفظہ اللہ کا بنایا ہوا ''ترانہ عظمت سلف کانفرنس'' کے ذریعہ ہوا

جسے مولانا مقبول احمد صاحب (کرلا) نے پیش کیا بعدہ اس نشست کے واحد مقرر شیخ غیاث الدین السّلفی (یوپی) حفظہ اللہ تھے جنھوں نے ''خواتین ملت کا مقام اوران کی ذمہ داریاں'' کے موضوع پر خطاب فرمایا قبل از اسلام خواتین کی حالت زار کو بیان کیا پھر دین اسلام نے جوانہیں مقام وحقوق دیا ہے انہیں کتاب وسنت کی روشنی میں بیان فرمایا۔عورت کی مختلف شکلوں کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہوئے ان کے مرتبہ کوواضح کیا مثال کے طور پر ماں کی شکل میں، بیٹی کی شکل میں، بیوی کی شکل میں، بہن کی شکل میں، پھر آپ نے "**الدنیا کلها متاع وخیر المتاع الدنیا المرأة الصالحة**" کی روشنی میں مجموعی طور پر بنات حوا کی فضیلت سے روشناس فرمایااور عورتوں کو باپردہ رہنے،اور کتاب وسنت کے احکام وضابطے کی پابند رہنے کی بات بتائی۔ **فجزاهم الله خیرا**

بعد نماز عصر سعودیہ عربیہ سے مہمان خصوصی کے طور پر کانفرنس ہذا میں شرکت کے لئے تشریف لائے فضیلۃ الشیخ مقصود الحسن فیضی/ حفظہ اللہ ''اولاد کی تربیت کیوں اور کیسے؟'' کے عنوان پر سامعین کے سامنے خطاب فرمایا۔سب سے پہلے شیخ موصوف نے انسانوں کی اولاد کی خواہش اور چاہت کو قرآنی واقعات کی روشنی میں بیان کرتے ہوئے ذکریا علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی خصوصی دعا کر ذکر کیا۔اور وہ اولاد جو بچپن میں انتقال کر جاتے ہیں ان کے سلسلے میں فرمایا کہ وہ والدین کے لئے باعث رحمت اور دخول جنت کے سبب ہیں۔برے اولاد کے خسارے اور نقصانات کو بیان کیا۔شیخ موصوف نے **یاایھاالذین امنوا قوا انفسکم** ..... کی روشنی میں اولاد کی تربیت کے متعلق کئی اہم باتوں سے محظوظ کیا۔(۱) مرد کے لئے نیک بیوی کا انتخاب (۲) عورت کے لئے نیک شوہر کا انتخاب (۳) والدین کو حمل کے بعد ہی سے نیک اولاد کے لئے رب العالمین سے دعا کرنا (۴) رزق حلال کا اہتمام۔نیز آپ نے تربیت کے تعلق تین اہم گوشوں کا ذکر کیا کہ ان چیزوں پر تربیت نہایت ضروری ہے۔(۱) عقائد (۲) عبادات (۳) اخلاق وعادات اسی طرح اچھی صحبت اختیار کرنے اور بری صحبت سے احتراز کرنے تلقین کی فجزاهم الله خیرا۔

بعد نماز مغرب: حسن اتفاق اس عظیم الشان کانفرنس میں جماعت اہل حدیث کے مایہ ناز عالم دین،میدان خطابت کے عظیم شہسوار دو بھائیوں نے شرکت فرمائی شیخ مقصود الحسن فیضی اور شیخ طفر الحسن المدنی۔شیخ طفر الحسن المدنی نے ''منہج سلف ایک تعارف'' اس تاریخی و اہم موضوع کو کتاب اللہ میں مذکور امت سلف کا تعارف ان کے اوصاف حمیدہ اور تذکرے کو بیان فرمایا۔پھر حدیث مصطفےٰ ﷺ کی روشنی میں سلفی جماعت وگروہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے عرض کیا کہ اس روئے زمین پر حق پر قائم ودائم ایک جماعت ہمیشہ رہے گی۔باطل اس کی مخالفت کرے گا بے یارومددگار چھوڑیگا لیکن اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور نہ ہی کچھ نقصان پہونچا سکے گا۔وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس سے کتاب وسنت کا کام لے گا،اتباع رسول ﷺ کا کام لے گا مزید آپ نے واضح کیا کہ کتاب وسنت میں مذکور گروہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ آپ نے بتایا کہ تمام اہل علم،اماموں،محدثوں،فقہائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ اہلحدیث کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ یہ اہل حدیث کب سے آیا ہے؟ اس تناظر میں آپ نے بتایا کہ اہل حدیث اس وقت سے ہے جب سے قرآن اور حدیث ہے۔پھر شیخ موصوف نے سلف کی مختصر تاریخ کو بھی سامعین کے سامنے پیش کیا۔فجزاهم الله خیرا

تقریری سلسلہ ختم ہونے کے بعد صدر اجلاس شیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ نے صدارتی کلمات پیش کیا صدر محترم نے ملک اور بیرون

ملک سے تشریف لائے معزز مہمانوں کا دل کی گہرائی سے شکریہ ادا کیا بعدہ منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک۔ ڈاکٹر اقبال کے مذکورہ شعر کو پڑھ کر کانفرنس کا لب لباب بیان کیا۔ نیز حقوق معاملات، اخلاق وکردار کی درستگی پر زور دے کر فرمایا کہ جس طرح عقائد وعبادات میں اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت واجب اور ضروری ہے اسی طرح حقوق ومعاملات کی اصلاح احکام الٰہی اور سنت رسول پاک ﷺ کی روشنی میں ضروری ہے۔

جماعت المسلمین مہسلہ کے معزز وبزرگ صدر محترم یوسف کمال الدین صاحب دروگے علالت طبعیت کے باوجود پروگرام کی ابتداء سے آخر تک اسٹیج پر جلوہ افروز رہے انھوں نے سب سے آخر میں دور دراز وقرب وجوار سے تشریف لائے تمام معزز خطباء اور شرکاء اجلاس کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا اور اجلاس ہذا میں خورد ونوش ودیگر لوازمات کے جو اخراجات ہوئے اور ان میں جن مخیر حضرات نے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا ان احباب کے حق میں دعائیں کی اور نوجوانوں کا شکریہ ادا کیا جن کی شب وروز محنت ولگن سے اجتماع بہت ہی شاندار طریقہ سے منعقد ہوا اور بحسن وخوبی اختتام کو پہنچا۔ صدر محترم نے اس اجتماع کے اختتام کا اعلان کیا۔

رتناگری:

مورخہ ۱۳؍جنوری ۲۰۱۳ء بروز اتوار مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ کے زیر اہتمام ضلعی جمعیت اہلحدیث رتناگری کا ایک دعوتی، تربیتی واصلاحی پروگرام منعقد کیا گیا، جس میں خطاب فرمانے کے لئے فضیلۃ الشیخ عبدالمعید مدنی رحفظہ اللہ (مدیر ماہنامہ الاحسان علیگڈھ) اور فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی حفظہ اللہ تشریف لائے۔

بعد نماز عصر پروگرام کا آغاز حافظ حبیب اللہ بخاری کے تلاوت کلام پاک سے ہوا، بعدہ فضیلۃ الشیخ عبدالمعید مدنی حفظہ اللہ نے قرآن مجید کی آیت کے اس ٹکڑے ''ان اللہ یھدی من یشاء'' کو اپنا موضوع سخن بناتے ہوئے بتلانے کی کوشش کی کہ دل ودماغ کو صاف ستھرا بنانے سے ہدایت حاصل ہوتی ہے، جب انسان اپنے ذہن ودماغ کو صاف ستھرا بنالے گا تب جا کر اللہ رب العزت اسے ہدایت عطا فرمائے گا، ظلم وعناد پر آڑے رہنے سے ہدایت نہیں حاصل نہیں ہوگی۔

بعدہ فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ مدنی حفظہ اللہ ''اتباع سنت اور صحابہ کرام'' کے موضوع پر ایک علمی خطاب پیش کیا۔

مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ کی ماہانہ سرگرمیاں:

مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ کھیڈ کے مدیر فضیلۃ الشیخ عبدالواحد انور یوسفی حفظہ اللہ نے فضیلۃ الشیخ عبدالمعید مدنی حفظہ اللہ کے ہمراہ مورخہ ۱۸؍جنوری ۲۰۱۳ء بروز جمعہ رتناگری شہر کے دور پر روانہ ہوئے جہاں فضیلۃ الشیخ عبدالمعید مدنی حفظہ اللہ نے محبت رسول کے تقاضے کے موضوع پر خطبہ جمعہ دیا بعدہ جماعت کے افراد سے ملاقاتیں کیں۔

اس کے علاوہ خواتین کے لئے ماہ جنوری کے چوتھے اتوار کو خواتین کا پروگرام ہوا جس میں مولانا عبدالواحد انور یوسفی حفظہ اللہ نے عورتوں پر اسلام کے احسان عظیم کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

☆☆☆

حلقۂ ادب

حدیث ہوں میں تمہارے نبی مرسل کی

● مسلم

لکھی گئی تھی میری داستاں جو صدہا سال کیا ہے اس کو سبھوں نے بری طرح پامال

میری تباہی کے درپہ ہیں آج اہل خرد فریب و مکر کے ہر سمت ہیں ہزاروں جال

حدیث ہوں میں تمہارے نبی مرسل کی

نہ ہمنوا کوئی میرا نہ ہم سفر اپنا غریب شہر کے مانند آج ہوں تنہا

نوائے تلخ سناتا ہے آج اپنوں کو عمل سے جن کو تعلق نہ واسطہ میرا

حدیث ہوں میں تمہارے نبی مرسل کی

قرآن کا نام لیا مجھ سے رابطہ توڑا بنائے کعبہ ہی ڈھایا جو مجھ سے منہ موڑا

نشان منزل کعبہ بھی میٹ ڈالا ہے بنائے ملت بیضاء کو ہر طرح ڈھایا

حدیث ہوں میں تمہارے نبی مرسل کی

مقام میرا کہاں تھا کہاں پہ تم لائے وہ عہد ماضی وہ ذریں دور کب آئے

کلام پاک نہ سمجھوگے جز مجھے جانے قرآں میں تذکرے میرے ہیں بار بار آئے

حدیث ہوں میں تمہارے نبی مرسل کی

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
February - March 2013

صوبائی جمعیت کی سرگرمیاں

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمد للہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشرو اشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم و تربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کررہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

- ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- ہر ماہ الجماعہ کی اشاعت۔
- مفت کتابوں کی تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- مصائب و حادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- دعاۃ کی تربیت کا اہتمام وغیرہ۔

دینی و جماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

Published By

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna wala Compound, Opp. Best Bus Depot. L.B.S. Marg Kurla (W) Mumbai-70
Phone : 02226520077 / Fax: 02226520066
Email:ahlehadeesmumbai@hotmail.com